اُمّتِ مسلمہ کی مائیںؓ

رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ازواجِ مطہّرات رضی اللہ عنہنّ

جس میں حضورِ اقدس ﷺ کے مقدس نکاحوں کی تفصیل اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے حالات اور واقعات لکھے گئے ہیں، مقدس خواتین کی عبادت، زہد و تقویٰ، سخاوت، ہجرت، فقر و فاقہ اور خدمتِ رسول ﷺ کی تفصیلات ان اوراق میں پڑھئے۔

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

قال اللہ عزوجل النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم

مومنین سے نبی کا تعلق اس سے زیادہ ہے جو ان کا اپنے نفوس سے ہے اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

(احزاب: ۶)

امتِ مسلمہ کی مائیں رض

المعروف بہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس نکاحوں کی تفصیل اور آپ کی ازواجِ مطہرات رض کے حالات اور واقعات لکھے گئے ہیں، مقدس خواتین کی عبادت، زہد و تقویٰ، سخاوت، ہجرت، فقر و فاقہ اور خدمتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تفصیلات ان اوراق میں پڑھیے۔

تالیف

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴

(Quranic Studies Publishers)

باہتمام : محمد مشتاق قاسمی
طبع جدید : جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ - مئی ۲۰۱۱ء
مطبع : احمد برادرز پرنٹرز، کراچی۔
ناشر : مکتبۂ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)
فون : 92-21-35031565, 35123130
ای میل : info@quranicpublishers.com
mm.q@live.com
ویب سائٹ :

ملنے کے پتے
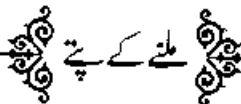
- مکتبہ دارالعلوم، کراچی
- ادارۃ المعارف، کراچی
- دارالاشاعت، کراچی
- بیت القرآن، کراچی
- بیت الکتب، کراچی
- مکتبۃ القرآن، کراچی
- ادارہ اسلامیات، کراچی / لاہور
- بیت العلوم، لاہور
- مکتبہ رحمانیہ، لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید، لاہور
- مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
- کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی
- مکتبہ اصلاح و تبلیغ، حیدر آباد
- ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

پیشِ نظر کتاب "اُمّتِ مسلمہ کی مائیں" دراصل حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفِ کبیر "سیرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم"[1] کا ایک باب ہے۔ جس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نکاحوں کی تفصیل اور آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی عبادات، زہد و تقویٰ، سخاوت، ہجرت، فقر و فاقہ، دعوت و تبلیغ، خدمتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تفصیل اور دیگر حالات و واقعات درج ہیں۔

افادۂ عام کی خاطر "ادارۃ المعارف کراچی ۱۴" اس کتاب کو الگ شائع کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور قارئین کے لئے اس کتاب کو حقیقی معنی میں مفید بنائے۔ آمین۔

طالبِ دعا

محمد مشتاق سنّی

خادم ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

یکم محرم الحرام ۱۴۱۲ھ

---

[1] بحمد للہ "سیرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم" کی پہلی جلد "ادارۃ المعارف کراچی ۱۴" سے شائع ہو کر منظرِ عام پر آ گئی ہے اور بقیہ جلدیں زیرِ طبع ہیں۔ ناشر

فہرست مضامین

❋

مؤلف کی گذارش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لم یزل ولا یزال حیا سمیعا قادرا بصیرا اشھد انہ لا الٰہ الا ھو وحدہٗ لا شریک لہ واکبرہ تکبیرا واومن بان سیدنا وسندنا محمدا عبدہ ورسولہ الذی ارسل الی کافۃ الناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وازواجہ وبارک وسلم تسلیماً کثیرا کثیرا۔

اما بعد! اس کتاب میں احقر نے سید عالم ہادی ثقلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیوں کے حالات لکھے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان عورتیں اور مسلم بچیاں اپنی زندگی گذارنے میں ان مطہر بیبیوں کی زندگی کو نمونہ بنا دیں جن کو اللہ رب العزت نے اپنے مقدس پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت کے لئے چنا تھا اور جنہوں نے نبوت کے گھرانے میں رہ کر اپنی زندگی دین سیکھنے سکھانے اور مولائے حقیقی سے لو لگانے اور اپنے دلوں میں آخرت کی فکر بسانے کے لئے وقف کر دی تھی۔

اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کے ایسے حالات لکھے گئے ہیں جن کا اتباع کرنا اور اتباع کے لئے تیار رہنا ہر مسلم عورت کے لئے ضروری ہے۔ کتاب پڑھتے پڑھتے کسی بیوی کی ہجرت کا دردناک واقعہ سامنے آئے گا اور کسی بیوی کے تذکرہ میں ملے گا کہ انہوں نے دین کے لئے دو مرتبہ ہجرت کی اور حرم نبوت میں رہنے والی برگزیدہ خواتین کے حالات میں کثرت نماز اور کثرت ذکر کا تذکرہ ملے گا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تذکرہ میں دین کے لئے مال قربان کر دینا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور تسلی اور ڈھارس بندھانے کی خدمت

انجام دینا ملے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں علم وافر تفقہ کامل اور اشاعتِ علوم دینیہ میں زندگی خرچ کر دینا نظر آئے گا۔ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ اور حضرت زینبؓ بنت جحش اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہن کے حالات میں عظمت شان سخاوت ملے گی۔ حضرت زینبؓ محنت کر کے پیسہ حاصل کرتیں اور پھر صدقہ کرتی تھیں۔

ایک بہت بڑی بات ازواجِ مطہراتؓ کے حالات میں یہ ملے گی کہ انہوں نے آپس میں سوکن ہونے کے باوجود ایک دوسری کی علمی عظمت برقرار رکھی اور جب کسی نے ایک مسئلہ پوچھا تو خود کو معلوم نہ ہوا تو دوسری کے پاس سائل کو بھیج دیا۔ نیز ان مقدس بیویوں کی یہ بات بھی بہت زیادہ قابلِ تقلید ہے کہ سوکن ہوتے ہوئے بھی دوسری سوکن کے اخلاق حمیدہ اور اچھی خصلتوں کی تعریف کرتی تھیں۔ بعض بیویوں کے حالات میں آپ پڑھیں گے کہ وفات کے وقت اپنی سوکنوں سے کہے سنے کی معافی مانگی اور حقوق العباد سے پاک ہو کر عالم بالا کا سفر اختیار کیا۔

آج کل بیاہ شادی کے لیے ایسے طریقے اور ایسی رسمیں ایجاد کر رکھی ہیں جو سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹی ہوئی ہونے کی وجہ سے مصیبت اور وبال بنی ہوئی ہیں۔ لوگ پریشان نظر آتے ہیں کہ جوان بیٹی بیٹھی ہے اس کی شادی کیسے کریں؟ روپیہ کہاں سے لائیں۔ بیٹا بیاہنے جانا ہے سینکڑوں رسمیں برتنا ہے۔ روپیہ نہیں زیور نہیں کسی کی بیٹی لینے کیسے جا کھڑے ہوں؟

ان مصیبتوں سے چھٹکارہ کی صرف یہی ایک شکل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر بیاہ شادی کرنے لگیں جو سادگی کی اصل تصویر ہے اور جس میں مصیبت و پریشانی کا نام نہیں ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ شادیوں کے حال معلوم ہوں گے۔ ان کی سادگی اُمت کے لئے نمونہ ہے۔ اُمت کو چاہئے کہ اس طرز پر اپنے بیٹوں، بیٹیوں کی شادی کریں۔ حضرت میمونہؓ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حالات آپ پڑھیں گے تو معلوم ہو گا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بیبیوں سے سفر ہی میں نکاح کیا اور سفر ہی میں پہلی ملاقات ہو گئی اور وہیں ولیمہ

ہو گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیاہ شادی مصیبت بنانے کی چیز نہیں ہے، سادگی کے ساتھ ایک مرد و عورت کا رشتہ شرعی ایجاب و قبول کرا کے جوڑ دینا ہی کافی ہے۔ اس کے لئے گھر پر مقیم ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ پھر بھلا رسموں اور ریاء و نمود کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۔

اس کتاب سے معلوم ہو گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جن بیبیوں سے شادی کی وہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے علاوہ سب بیوہ تھیں اور بعض ایسی تھیں جو آپ سے پہلے دو شوہروں کی زوجیت میں رہ چکی تھیں۔ بعض قوموں میں جو یہ رواج ہے کہ عورت کی دوسری شادی کو عیب سمجھتے ہیں۔ یہ گناہ کبیرہ ہے اور عقیدہ کی خرابی ہے جس چیز کو خدائے وحدہٗ لاشریک کے مقدس رسول (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) نے خود کیا اس کو بُرا سمجھنا ایمان والوں کا طریقہ نہیں ہو سکتا۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ احقر کو اور احقر کے والدین اور اساتذہ کو اپنی مقبول دعاؤں میں ضرور یاد فرمائیں۔

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ
دہلی
۱۹۷۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی ہیں جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی والدہ اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نانی تھیں۔ ان کے والد کا نام خویلد دادا کا نام اسد اور والدہ کا نام فاطمہ اور نانی کا نام زائدہ تھا۔ نسباً قریشیہ تھیں۔ چالیس سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی۔ اس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف ۲۵ سال تھی[۱]

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے یکے بعد دیگرے دو شوہروں سے نکاح کر چکی تھیں اور ہر ایک سے اولاد بھی ہوئی تھی۔ ایک شوہر ابو ہالہ اور دوسرے عتیق بن عائذ تھے۔ اس میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے کہ ان دونوں میں اوّل کون تھے اور دوئم کون؟ صاحب استیعاب اس اختلاف کو نقل کرنے کے بعد ابو ہالہ کو اوّل اور عتیق کو دوئم قرار دینے کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ والقول الاول اصح ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حرمِ نبوت میں کیوں کر آئیں

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دونوں شوہر یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے تو ان کی شرافت اور مالداری کی وجہ سے مکہ کا ہر شریف اس کا متمنی ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد کرے لیکن ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اشرف الخلائق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح پر فلاح میں آنا نصیب ہوا اور ام المومنین کے مکرم لقب سے نوازی گئیں۔

---

[۱] از استیعاب و اصابہ ۱۲

سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف جب پچیسویں برس کو پہنچی تو آپؐ کے چچا ابوطالب نے کہا کہ میں مال والا آدمی نہیں ہوں جو میں تم کو مال دے کر تجارت کراؤں اور چونکہ یہ دن سختی سے گذر رہے ہیں اس لئے کسب معاش میں لگنے کی ضرورت ہے' لہٰذا تم ایسا کرو کہ جس طرح تمہاری قوم کے دوسرے لوگ خدیجہؓ کا مال شام لے جاکر بیچتے ہیں اور اس میں سے نفع کماتے ہیں اسی طرح تم بھی ان کا مال شام لے جاکر فروخت کر کے نفع حاصل کرو۔

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر لگی کہ محمد بن عبداللہ الامین کو ان کے چچا میرا مال شام لے جاکر فروخت کرنے کو فرمارہے ہیں تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی دیانت وامانت داری اور معاملہ کی راست بازی کی وجہ سے خود ہی آپؐ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپؐ میرا مال شام لے جائیں دوسروں کو جو نفع دیتی ہوں آپ کو اس سے دوگنا نفع دوں گی۔ چنانچہ آپؐ نے منظور فرمایا اور اسباب تجارت لے کر شام کو روانہ ہوئے حضرت خدیجہؓ نے اپنا ایک غلام بھی آپ کے ساتھ کر دیا تھا جس کا نام میسرہ تھا۔ آپ نے نہایت دانشمندی سے حضرت خدیجہؓ کے مال کی تجارت کی جس کی وجہ سے ان کو گذشتہ پچھلے سالوں کی بنسبت اس سال بہت زیادہ نفع ہوا۔

راستہ میں میسرہ نے آپؐ کی بہت باتیں دیکھیں جو عام آدمیوں کی نہیں ہوتی ہیں جن کو عربی میں خوارق العادۃ کہتے ہیں اور یہ بات بھی پیش آئی کہ جب آپ نے شام کے سفر میں ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا تو وہاں ایک راہب بھی موجود تھا اس نے میسرہ سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ میسرہ نے کہا یہ مکہ کے باشندہ ہیں اور قریشی نوجوان ہیں راہب نے کہا یہ نبی ہوں گے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس راہب نے آپ کے اندر نبی آخرالزماں کی وہ علامتیں دیکھ لی تھیں جو پہلی کتابوں میں لکھی تھیں۔

شام سے واپس ہوکر جب مکہ میں داخل ہورہے تھے تو دوپہر کا وقت تھا۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ اپنے بالاخانے میں بیٹھی ہوئی تھیں ان کی نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو دیکھا کہ دو فرشتے آپ پر سایہ کئے ہوئے ہیں' اس کے علاوہ انہوں

انہوں نے اپنے غلام میسرہ سے بھی (اسی قسم کے) عجیب عجیب حالات سنے اور راہب کا یہ کہنا بھی میسرہ نے سنادیا کہ یہ نبی آخرالزماں ہوں گے۔ لہٰذا حضرت خدیجہؓ نے خود ہی نکاح کا پیغام آپؐ کی خدمت میں بھیج دیا۔

یعلیٰ بن امیہ کی بہن نفیسہ نامی پیغام لے کر گئیں چنانچہ آپؐ نے منظور فرمایا اور آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ اور ابوطالب نے بھی بخوشی اس کو پسند کیا۔

نکاح کے لئے حضرت حمزہؓ اور ابوطالب اور خاندان کے دیگر اکابر حضرت خدیجہؓ کے مکان پر آئے اور نکاح ہوا۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کے والد زندہ نہ تھے وہ پہلے ہی مر چکے تھے ہاں اس نکاح میں ان کے چچا عمرو بن اسد شریک تھے اور ان کے علاوہ حضرت خدیجہؓ نے اپنے خاندان کے دیگر اکابر کو بھی بلایا تھا عمرو بن اسد کے مشورہ سے ۵۰۰ درہم مہر مقرر ہوا اور حضرت خدیجہؓ ام المومنین کے مشرف خطاب سے ممتاز ہوئیں[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں مکہ والوں کی عورتیں ایک خوشی کے موقع پر جمع ہوئیں ان میں حضرت خدیجہؓ بھی موجود تھیں۔ اچانک وہیں ایک شخص ظاہر ہو گیا جس نے بلند آواز سے کہا کہ اے مکہ کی عورتو! تمہارے شہر میں ایک نبی ہو گا جسے احمد کہیں گے تم میں جو عورت ان سے نکاح کر سکے ضرور کر لیوے۔ یہ بات سن کر دوسری عورتوں نے بھول بھلیوں میں ڈال دی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گرہ باندھ لی اور اس پر عمل کر کے کامیاب ہو کر رہیں[2]

حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے اسلام لائیں اور اسلام کے فروغ میں پوری طرح حصہ لیا

حضرت خدیجہؓ کو یہ منقبت حاصل ہے کہ وہ سب سے پہلے مسلمان ہوئیں یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام تمام انسانوں سے پہلے انہوں نے قبول کی۔ ان سے پہلے نہ کوئی مرد اسلام لایا نہ عورت نہ بوڑھا نہ بچہ۔ صاحب مشکوٰۃ الاکمال فی اسماء الرجال میں لکھتے ہیں:

---

[1] الاصابہ اسد الغابہ وغیرہ۔ [2] الاصابہ ۴

وهي اول من آمن من كافة الناس ذكرهم وانثاهم .

تمام انسانوں سے پہلے حضرت خدیجہؓ اسلام لائیں تمام مردوں سے بھی اور تمام عورتوں سے بھی پہلے،

ومثله في الاستيعاب حيث قال ناقلا عن عروة اول من آمن من الرجال والنساء خديجة بنت خويلد رضي الله تعالى عنها۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ البدایہ میں محمد بن کعب سے نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اول من اسلم من هذه الامة خديجة واول رجلين اسلما ابوبكر وعلي .

یعنی امت میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ نے اسلام قبول کیا اور مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنیوالے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ ہیں

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

وقد آمنت بي اذ كفربي الناس وصدقتني اذ كذبوني وآستني بمالها اذ حرمني الناس ورزقني الله ولدها اذ حرمني اولاد النساء له

وہ مجھ پر ایمان لائیں جب لوگ میری رسالت کے منکر تھے اور انہوں نے میری تصدیق کی جبکہ لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور انہوں نے اپنے مال سے میری ہمدردی کی جب کہ لوگوں نے مجھے اپنے مالوں سے محروم کیا اور ان سے مجھے اللہ نے اولاد نصیب فرمائی جبکہ دوسری عورتیں مجھ سے نکاح کرکے اپنی اولاد کا باپ بنانا گوارا نہیں کرتی تھیں۔

اسلام کے فروغ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بہت بڑا حصہ ہے۔ نبوت سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں عبادت کرنے کے لئے غارِ حرا میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضرت خدیجہؓ آپ کے لئے کھانے پینے کا سامان تیار کرکے دے دیا کرتی تھیں۔ آپ حرا میں کئی کئی رات رہتے تھے۔ جب خورد ونوش کا سامان ختم ہو جاتا تو آپ تشریف لاتے اور سامان لے کر واپس چلے جاتے تھے ایک دن حسب معمول آپ حراء میں مشغولِ عبادت تھے کہ فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اِقْرَأْ یعنی پڑھیئے۔ آپ نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتہ نے آپ کو پکڑ کر اپنے سے چمٹا کر خوب زور سے بھینچ کر چھوڑ

لہ البدایہ والنہایہ ابن کثیر ۱۲

دیا اور پھر کہا اِقْرَاْ (پڑھئے) آپ نے پھر جواب دیا۔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں. فرشتہ نے دوبارہ آپ کو اپنے سے چمٹا کر خوب زور سے دبا کر چھوڑ دیا اور پھر پڑھنے کو کہا. آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں. فرشتے نے پھر تیسری مرتبہ آپ کو پکڑ کر اپنے سے چمٹایا اور خوب زور سے دبا کر آپ کو چھوڑ دیا اور خود پڑھنے لگا. اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ. یہ آیات سن کر آپ نے یاد فرمالیں اور ڈرتے ہوئے گھر تشریف لائے. حضرت خدیجہؓ سے فرمایا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ (مجھے کپڑا اڑھادو مجھے کپڑا اڑھادو.) انہوں نے آپ کو کپڑا اڑھادیا اور کچھ دیر بعد وہ خوف کی طبعی کیفیت جاتی رہی. اس کے بعد آپ نے حضرت خدیجہؓ کو اپنا سارا واقعہ سنا کر فرمایا. لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ (مجھے اپنی جان کا خوف ہے)

عورتیں کچی طبیعت کی ہوتی ہیں اور مرد کو گھبرایا ہوا دیکھ کر اس سے زیادہ گھبرا جاتی ہیں لیکن حضرت خدیجہؓ ذرا نہ گھبرائیں اور تسلی دیتے ہوئے خوب جم کر فرمایا:

كَلَّا وَاللّٰهِ لَا یُخْزِیْكَ اللّٰهُ	خدا کی قسم ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ
اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ	تمہاری جان کو مصیبت میں ڈال کر تم کو رسوا
وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ	کرے (آپ کی صفات بڑی اچھی ہیں. ایسی
وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی	صفات والا رسوا نہیں کیا جاتا ہے) آپ صلہ رحمی
نَوَائِبِ الْحَقِّ۔	کرتے ہیں اور مہمان نوازی آپ کی خاص صفت

ہے. آپ بے بس و بے کس آدمی کا خرچ برداشت کرتے ہیں اور عاجز و محتاج کی مدد کرتے ہیں اور مصائب کے وقت حق کی مدد کرتے ہیں.

اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور ان سے کہا کہ اے بھائی! سنو یہ کیا کہتے ہیں. ورقہ بن نوفل بوڑھے آدمی تھے بینائی جاتی رہی تھی عیسائیت اختیار کئے ہوئے تھے. انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ آپ نے ان کو پوری کیفیت سے آگاہ فرمایا تو

انہوں نے کہا :۔

هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی مُوْسٰی یَالَیْتَنِیْ فِیْهَا اَكُوْنُ حَیًّا اِذْ یُخْرِجُكَ قَوْمُكَ[1]

یہ تو وہی رازدار فرشتہ جبریل ہے جسے اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل کیا تھا۔ کاش! میں اس وقت نوجوان ہوتا (جب آپ کی دعوتِ دین کا ظہور ہوگا) کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی ۔

حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ میں بحوالہ بیہقی یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کے بالکل ابتدائی دور میں یہ بھی عرض کیا کہ آپ ایسا کرسکتے ہیں کہ جب فرشتہ آپ کے پاس آئے تو آپ مجھے اطلاع فرمادیں ؟ آپ نے فرمایا ہاں ایسا ہوسکتا ہے ! عرض کیا اب آئے تو بتلاد یئے گا ۔ چنانچہ جب حضرت جبریلؑ تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا اے خدیجہؓ یہ ہیں جبریلؑ ! انہوں نے عرض کیا اس وقت آپ کو نظر آرہے ہیں ؟ فرمایا ہاں ! عرض کیا آپ اٹھ کر میری داہنی طرف بیٹھ جائیں ۔ چنانچہ آپؐ نے منظور فرمایا اور اپنی جگہ سے ہٹ کر ان کی داہنی طرف بیٹھ گئے ۔ حضرت خدیجہؓ نے پوچھا اس وقت بھی آپ کو جبریلؑ نظر آرہے ہیں ؟ فرمایا ہاں نظر آ رہے ہیں ! عرض کیا آپؐ میری گود میں بیٹھ جائیں ۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا جب آپؐ ان کی گود میں بیٹھ گئے تو دریافت کیا کیا اب بھی آپ کو جبریلؑ نظر آرہے ہیں ؟ فرمایا ہاں نظر آرہے ہیں ۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنا دوپٹہ ہٹا کر سر کھولا اور دریافت کیا کیا آپ کو اب بھی حضرت جبریلؑ نظر آرہے ہیں ؟ فرمایا اب تو نظر نہیں آتے ۔ یہ سن کر حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا ۔ یقین جانیئے یہ فرشتہ ہی ہے آپ ثابت قدم رہیں اور نبوت کی خوشخبری قبول فرمائیں (اگر یہ شیطان ہوتا تو میرا سر دیکھ کر غائب نہ ہوجاتا چونکہ فرشتہ ہی ہے اس لئے شرما گیا) اس واقعہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دانشمندی کا پتہ چلتا ہے ۔

نبوت مل جانے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دینی شروع

---

[1] بخاری شریف ۱۲

کی تو مشرکین مکہ آپ کے دشمن ہوگئے اور طرح طرح سے آپ کو ستانا شروع کردیا۔ ساری قوم آپ کی دشمن اور عزیز و اقربا بھی مخالف۔ ایسے مصیبت کے زمانہ میں آپ کے غمخوار صرف آپ کے چچا ابو طالب اور اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ میں لکھتے ہیں:۔

وَكَانَتْ اَوَّلَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ	حضرت خدیجہؓ اللہ و رسولؐ پر سب سے پہلے
وَرَسُوْلِهٖ وَصَدَّقَتْ بِمَا جَاءَ	ایمان لانے والی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مِنْهُ فَخَفَّفَ اللّٰهُ بِذَالِكَ عَنْ	کے دین کی تصدیق کرنے والی تھیں ان کے اسلام
رَسُوْلِهٖ لَا يَسْمَعُ شَيْئًا يَكْرَهُهٗ	قبول کرنے سے اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ
مِنْ رَدٍّ عَلَيْهِ وَتَكْذِيْبٍ لَهٗ	وسلم کی مصیبت ہلکی کردی (اس کی تفصیل یہ ہے
فَيُحْزِنُهٗ ذَالِكَ اِلَّا فَرَّجَ اللّٰهُ	کہ) کہ جب دعوتِ اسلام دینے پر آپ کو الٹا
عَنْهُ اِذَا رَجَعَ اِلَيْهَا تُثَبِّتُهٗ	جواب دیا جاتا اور آپ کو جھٹلایا جاتا تو اس
وَتُخَفِّفُ عَنْهُ وَتُصَدِّقُهٗ	سے آپ کو رنج پہنچتا۔ حضرت خدیجہؓ کے ذریعہ
وَتُهَوِّنُ عَلَيْهِ اَمْرَ النَّاسِ ۝	اللہ تعالیٰ اس رنج کو دور فرمادیتے تھے جب

آپ گھر میں تشریف لاتے تو وہ آپ کی ہمت مضبوط کردیتی تھیں اور رنج ہلکا کردیتی تھیں آپ کی تصدیق بھی کرتیں اور لوگوں کی مخالفت کو آپ کے سامنے بے جان بنا کر بیان کرتی تھیں۔

سیرت ابن ہشام میں حضرت خدیجہؓ کے متعلق لکھا ہے۔

وكانت له وزير صدق	حضرت خدیجہؓ اسلام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
على الاسلام ۔	کے لیے مخلص وزیر کی حیثیت رکھتی تھیں۔

ہر وہ مصیبت جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت اسلام میں پیش آتی حضرت خدیجہؓ پوری طرح اس میں آپ کی شریک غم ہوتیں اور آپ کے ساتھ خود بھی تکلیفیں سہتی تھیں آپ کی ہمت بندھانے اور بلند ہمتی کے ساتھ ہر آڑے وقت میں آپ کا ساتھ دینے میں ان کو خاص فضیلت حاصل رہی۔

شعب ابی طالب میں رہنا ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ

سارے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا بائیکاٹ کیا جائے نہ ان کو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے نہ ان سے بات کرے نہ خرید و فروخت کرے نہ ان کو اپنے گھر آنے دے اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے ہمارے حوالے نہ کریں، یہ معاہدہ زبانی باتوں ہی پر ختم نہیں ہوا بلکہ تحریری معاہدہ لکھ کر کعبہ محترمہ پر لٹکا دیا گیا تاکہ ہر شخص اس کا احترام کرے۔ اس معاہدہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے بنو ہاشم[۱] اور بنو عبدالمطلب تین سال تک دو پہاڑیوں کے درمیان ایک گھاٹی میں رہے اس تین برس میں ان کو فاقوں پر فاقے گذرے، مرد و عورت سب ہی بھوک سے بے تاب ہو کر روتے اور چیختے چلاتے تھے جس کی وجہ سے ان کے والدین کو اور بھی زیادہ دکھ ہوتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہؓ اور آپ کی اولاد سب ہی اس گھاٹی میں رہے اور دعوت دین کے لئے فاقے جھیلے اور مصیبت کے دن کاٹے۔ آخر تین سال کے بعد معاہدہ والی تحریر کو دیمک کھا گئی تب ان حضرات کو اس گھاٹی سے نکلنا نصیب ہوا[۲]

اسلام کے فروغ میں حضرت خدیجہؓ کا مال بھی لگا

حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری اور دلداری میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا اور اپنے مال کو بھی اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات کے لئے اس طرح پیش کر دیا تھا جیسے اس مال میں خود کو مالکیت کا حق ہی نہیں رہا۔ قرآن مجید میں اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطاب فرمایا ہے :۔

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ (۹۳-۸) اور تم کو اللہ نے مال دار پایا پس غنی کر دیا۔

اس کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں اَیْ بِمَالِ خَدِیْجَۃَ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حضرت خدیجہؓ کے مال کے ذریعہ غنی کر دیا۔ حضرت خدیجہؓ کے پاس جو مال تھا

---

[۱] بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب میں جو لوگ کافر تھے وہ بھی حمیت قومی کی وجہ سے اس مصیبت میں شریک ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے حوالے کر دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ [۲] البدایہ وغیرہ ۱۲

وہ آپ ہی کا سمجھتی تھیں ان کے مال خرچ کرنے کے احسان کا آپ کے دل پر بہت اثر تھا۔ ایک مرتبہ ان کے اس احسان کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا وَاَعْطَتْنِیْ مَالَهَا فَاَنْفَقْتُهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یعنی انھوں نے اپنا مال مجھے دیا جسے میں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔

حضرت زید بن حارثہؓ مکہ میں فروخت کئے جا رہے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے ان کو اپنے مال سے خرید کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ حضرت زیدؓ بھی سابقین اولین میں سے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ ان کو غلامی سے چھڑا کر اسلام کے کاموں میں لگا دینے کا ذریعہ حضرت خدیجہؓ ہی بنیں۔

نماز پڑھنا حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں پنج وقتہ نماز فرض نہ ہوئی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تب یہ نمازیں فرض ہوئیں، البتہ مطلق نماز پڑھنا ضروری تھا جسے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتی تھیں۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ جب مطلق نماز فرض ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور ایک جگہ اپنی ایڑی ماری جس سے چشمہ اُبل نکلا پھر دونوں نے اس میں وضو کیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے دو رکعتیں پڑھیں۔ حضرت جبریلؑ سے وضو اور نماز سیکھ کر آپ دولت کدہ پر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ کا ہاتھ پکڑ کر اس چشمہ پر لے گئے اور حضرت جبریلؑ کی طرح ان کے سامنے وضو کیا اور دو رکعت پڑھیں۔ اس کے بعد آپ اور حضرت خدیجہؓ پوشیدہ نماز پڑھا کرتے تھے[1]

عفیف کندی کا بیان ہے کہ میں حج کے موقع پر عباس بن عبدالمطلب کے پاس آیا وہ تاجر آدمی تھے مجھے ان سے خرید و فروخت کا معاملہ کرنا تھا اچانک نظر پڑی کہ ایک شخص خیمہ سے نکل کر کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے لگا۔ پھر ایک عورت نکلی اور ان کے

---

[1] البدایہ ۱۲۔ عہ صرح بہ فی البدایۃ ۱۲

پاس آئی وہ بھی (ان کے پاس) نماز پڑھنے لگی اور ایک لڑکا بھی نکل آیا وہ بھی (ان کے پاس) نماز پڑھنے لگا۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں نے کہا اے عباس! یہ کون سا دین ہے ہم تو آج تک اس سے واقف نہیں ہیں۔ حضرت عباسؓ نے جواب دیا (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) یہ نوجوان محمد بن عبداللہ ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ خدا نے اسے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور یہ کہتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اس کے ہاتھوں فتح ہوں گے اور یہ عورت اس کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہے جو اس پر ایمان لا چکی ہے اور یہ لڑکا اس نوجوان کا چچیرا بھائی علی بن ابی طالب ہے جو اس پر ایمان لا چکا ہے۔ عفیف کہتے ہیں کاش میں اسی روز مسلمان ہو جاتا تو (بالغ مسلمانوں میں) دوسرا مسلمان شمار ہوتا۔[۱]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہؓ کی اولاد

حضرت خدیجہؓ کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد صرف ان ہی سے پیدا ہوئی۔ اور کسی بیوی سے اولاد ہوئی ہی نہیں صرف ایک صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ آپ کی باندی حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ مورخین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار لڑکیاں ہوئیں اور اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ ان میں سب سے بڑی حضرت زینب پھر حضرت رقیہ پھر حضرت ام کلثوم پھر سیدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

آپ کے لڑکے کتنے تھے اس میں اختلاف ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب بچپن ہی میں وفات پا گئے اور عرب میں اس زمانہ میں تاریخ کا خاص اہتمام نہ تھا اس لئے یہ امر پوری طرح ایسا محفوظ نہ رہ سکا جس میں اختلاف نہ ہوتا۔

اکثر علماء کی تحقیق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے پیدا ہوئے دو حضرت خدیجہؓ سے اور ایک حضرت ماریہ قبطیہؓ سے اس اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ اولاد حضرت خدیجہؓ سے پیدا ہوئیں۔ دو لڑکے اور چار لڑکیاں حضرت خدیجہؓ

---

[۱] البدایہ ۱۲

سے جو دو لڑکے پیدا ہوئے ان میں سب سے پہلے حضرت قاسمؓ تھے۔ ان ہی کے نام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہوئی۔ نبوّت سے پہلے مکہ ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں انتقال ہوا۔ اس وقت پاؤں چلنے لگے تھے ڈیڑھ دو سال زندہ رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دُوسرے صاحبزادے جو حضرت خدیجہؓ سے پیدا ہوئے ان کا نام عبداللہ تھا انہوں نے بھی بہت کم عمر پائی اور بچپن ہی میں وفات پاگئے۔ ان کی پیدائش نبوّت کے بعد ہوئی تھی اس لئے ان کا لقب طیّب بھی پڑا اور طاہر بھی۔ (دونوں کے معنی پاکیزہ کے ہیں)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوںؓ کی سوانح حیات میں ہم نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اس میں حضرت ابراہیمؓ کے حالات بھی تفصیل سے آ گئے ہیں۔

فضائل حضرت خدیجہؓ پاکیزگیٔ اخلاق کی وجہ سے اسلام سے پہلے ہی طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آکر انہوں نے جو اپنی دانش و عقلمندی اور خدمت گذاری سے فضائل حاصل کئے ہیں ان کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کسی بیوی پر بھی مجھے اتنا رشک نہیں جتنا حضرت خدیجہؓ پر آتا تھا۔ حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ اس رشک کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اکثر یاد فرمایا کرتے تھے اور اکثر یہ بھی ہوتا کہ آپؐ بکری ذبح فرماتے تو اس میں سے حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو تلاش کر کے گوشت بھجواتے تھے۔ ایسے موقع پر بعض مرتبہ میں نے کہا کہ آپ کو ان کا ایسا خیال ہے جیسے دنیا و آخرت میں ان کے علاوہ آپ کی اور کوئی بیوی ہی نہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ ایسی اچھی تھیں ایسی اچھی تھیں اور ان سے میری اولاد ہوئی[1] سبحان اللہ وفاداری اور یادگاری کی یہ مثال کہاں ملے گی کہ صاحب محبت کے وفات پا جانے پر اس کے دوستوں سے وہ برتاؤ رکھا جائے جیسے

---

[1] بخاری و مسلم ۱۲

وہ خود زندگی میں اپنے دوستوں سے رکھتا اور اس پر خوش ہوتا۔

ایک مرتبہ حضرت خدیجہؓ آپؐ کی خدمت میں کھانا اور سالن لے کر جارہی تھیں۔ ابھی پہنچنے بھی نہ پائی تھیں کہ حضرت جبریلؑ آپؐ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ خدیجہؓ آرہی ہیں وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں تو ان کو اللہ کا اور میرا سلام پہنچا دیجئے اور ان کو جنت کا ایسا مکان مل جانے کی خوشخبری سنا دیجئے جو موتیوں کا ہوگا جس میں نہ ذرا شور شغب ہوگا اور نہ ذرا تکلیف ہوگی۔

جنت میں خلاف طبع اور مکروہ آواز تو کسی کے کان میں بھی نہ آئے گی مگر خصوصیت کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کو جو ایسے مکان کی بشارت دی گئی یہ غالباً اس لئے کہ دشمنانِ اسلام اسلام اور داعئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو طرح طرح کی باتیں کرتے تھے وہ ان کے کانوں پڑتی تھیں ان کی وجہ سے جو سخت کوفت ہوتی تھی اس کی وجہ سے تسلی دینے کے لئے یہ خصوصی بشارت دی گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] الاستیعاب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ خدیجہؓ کو اس کے رب کا سلام پہنچا دیجئے۔ چنانچہ آپؐ نے پہنچا دیا۔ اس کے جواب میں حضرت خدیجہؓ نے کہا اِنَّ اللّٰہَ السَّلَامُ وَمِنْہُ السَّلَامُ وَعَلٰی جِبْرَئِیْلَ السَّلَامُ یعنی اللہ کے سلام کا جواب کیا دوں وہ تو خود سلام ہے اور اسی سے سلامتی ملتی ہے بسلام لانے والے جبریل پر سلام ہو۔

[2] لمعات میں لکھا ہے کہ یہ کھانا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا غار حرا میں لے جارہی تھیں اور یہ نبوت مل جانے کے بعد کی بات ہے کیونکہ نبوت کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غار حرا میں آنا جانا رہا ہے ۱۲ منہ [3] بخاری ومسلم

علیہ وسلم گھر میں تشریف لا کر گھر سے باہر نہیں جایا کرتے تھے جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہ فرما لیتے تھے۔ ایک مرتبہ جو آپ نے ان کا ذکر فرمایا تو مجھے عورتوں والی غیرت سوار ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ ایک بڑھیا کو آپ یاد کرتے ہیں تو آپ بہت ناراض ہوئے۔ اس کے بعد میں نے یہ طے کر لیا کہ کبھی خدیجہؓ کو برائی سے یاد نہ کروں گی[1]

جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت سودہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

وفاتؓ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سنہ ۱۰ نبوی میں بماہ رمضان المبارک مکہ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں کچھ کم و بیش ۲۵ سال رہیں۔ ۱۵ سال آپ کو نبوت سے پہلے اور ۱۰ برس نبوت مل جانے کے بعد جس وقت ان کی وفات ہوئی نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا کفن دے کر حجون میں دفن کر دی گئیں جسے اب جنت المعلیٰ کہتے ہیں[2] رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

[1، 2] الاصابہ وغیرہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ والدہ کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے زینب بتایا ہے لیکن وہ اپنی کنیت "ام رومان" سے مشہور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف یہی ایک بیوی ہیں جن سے کنوارے پن میں آپ نے نکاح کیا۔ ان کے علاوہ آپ کی تمام بیویاں بیوہ تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے کے چار پانچ سال بعد ان کی ولادت ہوئی اور چھ سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ نکاح مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی خدمت میں نو ۹ سال رہیں جس وقت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاء اعلیٰ کا سفر اختیار فرمایا اس وقت ان کی عمر ۱۸ سال کی تھی [1]

نکاح جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی تو حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے سیّد عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نکاح نہیں کر لیتے؟ آپ نے فرمایا کس سے؟ عرض کیا آپ چاہیں تو کنواری سے کریں اور چاہیں تو بیوہ سے! آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے سوال فرمایا کنواری کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مخلوق میں جو آپ کو سب سے محبوب ہیں ان کی بیٹی، یعنی عائشہ بنت ابی بکر (صدیق) آپ نے دوبارہ سوال فرمایا بیوہ کون ہے؟ جواب دیا سودؓ بنت زمعہؓ جو آپ پر ایمان لا چکی ہے اور آپ کا اتباع کرتی ہے۔

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر ہے جاؤ دونوں جگہ میرا پیغام لے جاؤ۔ چنانچہ خولہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کے گھر پہنچیں اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ تشریف نہ رکھتے تھے ان کی بیوی سے

---

[1] اصابہ مجمع الفوائد و بخاری شریف

کہا کہ اے اُمِ رومان! کچھ خبر بھی ہے اللہ نے کس خیر و برکت سے تم کو نوازنے کا ارادہ فرمایا ہے؟ انہوں نے سوال کیا وہ کیا؟ جواب دیا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ سے نکاح کرنے کا پیغام دے کر بھیجا ہے!

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ ذرا ابوبکرؓ کے آنے کا انتظار کرو۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں وہ بھی تشریف لے آئے ان سے بھی حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے یہی کہا کہ اے ابوبکر! کچھ خبر بھی ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو کس خیر و برکت سے نوازنے کا ارادہ فرمایا ہے؟ بولے وہ کیا؟ جواب دیا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقصد کے لئے بھیجا ہے کہ عائشہ سے نکاح کرنے کے بارے میں آپ کا پیغام پہنچا دوں!

یہ سن کر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے (کیونکہ میں آپ کا بھائی ہوں) کیا اس سے آپ کا نکاح ہو سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب لینے کے لئے حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہِ رسالت میں واپس پہنچیں اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اشکال سامنے رکھ دیا۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ تم اور میں دونوں دینی بھائی ہیں۔ تمہاری لڑکی سے میرا نکاح ہو سکتا ہے (رشتہ کے حقیقی یا باپ شریک یا ماں شریک بھائی کی لڑکی سے نکاح درست نہیں ہے۔ دینی بھائی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے) چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا واپس حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر آئیں اور شرعی فتویٰ جو بارگاہِ رسالت سے صادر ہوا تھا اس کا اظہار کر دیا جس پر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہؓ سے آپ کا نکاح کر دینے پر راضی ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر اپنی بیٹی عائشہ کا نکاح کر دیا۔ اس کے بعد حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان کے اشارہ سے ان کے والد زمعہ سے گفتگو کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دینے پر راضی کر لیا اور نکاح کرا دیا[1] (جس کی تفصیل حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں آئے گی)۔

---

[1] البدایہ عن الامام احمد ۱۲۔

ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ اور کوشش سے حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا لیکن چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بہت کم (صرف ۶ سال) تھی اس لئے رخصتی ابھی ملتوی رہی۔ البتہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی بھی ہوگئی اور آپ کے دولت کدہ پر تشریف لے آئیں اور گھر کی دیکھ بھال ان کے سپرد ہوئی۔ اس کے بعد ہجرت کا سلسلہ شروع ہوگیا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ پہنچنے لگے بلکہ اکثر پہنچ گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت چاہی لیکن آپ فرماتے رہے کہ جلدی نہ کرو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو تمہارا رفیق سفر بنا دیں۔ یہ جواب سُن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ کو امید بندھ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا سفر ہوگا۔ چنانچہ جب اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی اجازت دے دی تو آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ دونوں حضرات اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے اہل وعیال کو مکہ معظمہ سے بلانے کا انتظام فرمایا جس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہما کو دو اونٹ اور ۵۰۰ درہم دے کر مکہ بھیجا تاکہ دونوں کے گھرانوں کو لے آویں چنانچہ وہ دونوں مکہ معظمہ پہنچے اور راستے سے ان حضرات نے تین اونٹ خرید لئے مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی وہ اس وقت ہجرت کا ارادہ کر چکے تھے۔ چنانچہ یہ مبارک قافلہ مدینہ منورہ کو روانہ ہوا جس میں حضرت زید بن حارثہؓ اور ان کا بچہ اسامہ اور ان کی بیوی ام ایمن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم اور آپ کی بیویاں حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ کی والدہ حضرت ام رومانؓ اور حضرت عائشہؓ کی بہن اسماء بنت ابی بکر اور ان کے بھائی عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہم اجمعین تھے اس سفر میں حضرت عائشہ اور ان کی والدہ رضی اللہ عنہا دونوں ایک کجاوہ میں اونٹ پر سوار تھیں۔ راستہ میں ایک موقعہ پر وہ اونٹ بدک گیا جس کی وجہ سے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا

کو بہت پریشانی ہوئی اور گھبراہٹ میں اپنی بچی عائشہ کے متعلق پکار اٹھیں "ہائے میری بیٹی ۔ ہائے میری دلہن" لیکن اللہ تعالےٰ کی غیبی مدد یہ ہوئی کہ غیب سے آواز آئی کہ اونٹ کی نکیل چھوڑ دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے اس کی نکیل چھوڑ دی تو وہ آرام کے ساتھ ٹھہر گیا اور اللہ نے سب کو سلامت رکھا۔

جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے آس پاس اپنے اہل وعیال کے لئے حجرے بنوا رہے تھے۔ حضرت سودہ اور حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن کو ان ہی حجروں میں ٹھہرا دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ماں باپ کے پاس ٹھہر گئیں[1]۔ اس کے چند ماہ بعد شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن) کا زمانۂ ولادت قریب تھا وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ ہجرت کر کے آئی تھیں۔ انہوں نے قبا میں قیام فرمایا اور وہیں بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا حضرت اسماء کے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے اس لئے یہ بچہ عبداللہ بن زبیر کے نام سے مشہور ہوا۔ ہجرت کے بعد مہاجرین میں یہ سب سے پہلا بچہ تولد ہوا۔ ان کے تولد سے مسلمانوں کو بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ یہودیوں نے مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے اب مسلمانوں کے اولاد نہ ہوگی۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تو یہودیوں کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہوا۔

• حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب عبداللہ کی پیدائش ہوگئی تو میں اس کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے اس کو اپنی گود میں لے لیا اور ایک کھجور منگا کر اپنے مبارک منہ میں چبائی پھر بچہ کے منہ میں اپنے مبارک منہ میں سے ڈال دی۔ حاصل یہ ہے کہ سب سے پہلے بچہ کے پیٹ میں آپ کا لعاب مبارک گیا اور آپ نے دُعا بھی دی اور بَارَکَ اللّٰہُ بھی فرمایا[2] حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بھانجے تھے ان کے نام

---

[1] الاستیعاب والبدایہ۔ [2] من البدایہ

سے حضرت عائشہؓ کی کنیت ام عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی [1]۔

رخصتی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی شوال میں ہوئی۔ عرب کے لوگ شوال میں شادی کرنے کو برا سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس جہالت کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا اور شوال میں میری رخصتی ہوئی تو اب بتاؤ مجھ سے زیادہ کون سی بیوی آپ کی چہیتی تھی جب آپ نے مجھ سے نکاح بھی شوال میں کیا اور رخصتی بھی شوال میں کی تو اب اس کے خلاف چلنے کا کسی مسلمان کو کیا حق ہے۔ اسی جہالت کو توڑنے کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چاہا کرتی تھیں کہ شوال کے مہینہ میں عورتوں کی رخصتی کی جائے [2]۔

بخاری شریف میں ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم مجھ کو خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص تم کو ریشم کے بہترین کپڑے میں اٹھائے ہوئے ہے۔ میں نے کھول کر دیکھا تو تم نکلیں میں نے (دل میں) کہا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے دکھایا گیا ہے تو اللہ ضرور اس کی تعبیر پوری فرمائیں گے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ بصورت انسان ریشم کے کپڑے میں ان کو لے کر آیا تھا [3]۔

رخصتی کی پوری کیفیت اس طرح ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنی بیوی کو گھر کیوں نہیں بلا لیتے۔ آپ نے فرمایا اس وقت میرے پاس مہر ادا کرنے کے لئے رقم نہیں ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں (بطور قرض) پیش کر دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے ان کی پیش کش قبول فرمائی اور بیوی کے باپ ہی سے قرض لے کر مہر ادا کر دیا۔

مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا مہر (عموماً) ساڑھے بارہ اوقیہ یعنی ۵۰۰ [4] درہم تھا۔ آج کل مہر میں ہزاروں

---

[1] البدایہ والاصابہ۔ [2] البدایہ عن الامام احمد ۱۲۔ [3] بخاری شریف ص ۱۰۶۰، ج ۲۔

[4] ابن سعد ۱۲ عت ایک درہم تین ماشہ ایک رتی اور ۱/۵ رتی چاندی کا ہوتا تھا ۱۲۔

روپے مقرر کئے جاتے ہیں اور مہر کی کمی کو باعث ننگ و عار سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر امت میں کوئی بھی معزز نہیں ہے۔ ان کی بیٹی کا مہر ۵۰۰ سو درہم تھا جس سے ان کی عزت کو کچھ بھی بٹہ نہ لگا اور دینے والے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ نے مہر نہ ہونے کی وجہ سے کم مقرر کرنے کو ذرا بھی عار نہ سمجھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعۂ رخصتی سے ادائیگی مہر کی اہمیت بھی معلوم ہوگئی کیونکہ مہر کے ادا کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر ضروری سمجھا کہ مہر کی ادائیگی کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے رخصت کر لینے میں تامل فرمایا امت کے لئے ان باتوں میں نصیحت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واقعۂ رخصت کو اس طرح ذکر فرماتی تھیں کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی کہ میری والدہ نے آکر مجھے آواز دی' مجھے خبر بھی نہ تھی کہ کیوں بلا رہی ہیں۔ میں ان کے پاس پہنچی تو میرا ہاتھ پکڑ کر لے چلیں اور مجھے گھر کے دروازہ کے اندر کھڑی کر دی اس وقت (ان کے اچانک بلانے سے) میرا سانس پھول گیا تھا ذرا دیر بعد سانس ٹھکانے سے آیا۔ گھر کے اندر دروازہ کے پاس والدہ صاحبہ نے پانی لے کر میرا سر اور منہ دھویا۔ اس کے بعد مجھے گھر میں داخل کر دیا۔ وہاں انصار کی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے دیکھتے ہی کہا عَلَی الْخَیْرِ وَالْبَرَکَۃِ وَعَلٰی خَیْرِ طَائِرٍ (تمہارا آنا خیر و برکت پر ہے اور نیک فال ہے) میری والدہ نے مجھے ان عورتوں کے سپرد کر دیا (اور انہوں نے میرا بناؤ سنگار کر دیا اس کے بعد وہ عورتیں علیحدہ ہوگئیں) اور اچانک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لے آئے۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نئی بیوی سے ملاقات فرمائی[1]

غور کیجئے کس سادگی سے شادی ہوئی نہ دولہا گھوڑے پر چڑھ کر آیا نہ آتش بازی چھوڑی گئی نہ اور کسی طرح کی دھوم دھام ہوئی، نہ تکلف ہوا نہ آرائشِ مکان ہوئی اور نہ فضول خرچی اور یہ بھی قابلِ ذکر بات ہے کہ دولہن کے گھر ہی میں دولہا دولہن مل لئے۔

---

[1] بخاری شریف و جمع الفوائد ۱۲

آج اگر ایسی شادی کر دی جائے تو دنیا نکو بنا دے اور سو نام دھرے، خدا بچائے جہالت سے اور اپنے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا اتباع نصیب فرمائے۔

مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب فائدہ اٹھایا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میں ۹ سال گذارے اور ان ۹ سال میں خوب علم حاصل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام پوری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے سوالات کر کے علم بڑھاتی رہیں اور آپ خود بھی ان کو علوم سے بہرہ ور فرمانے کا خیال فرماتے رہے۔

حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں اور ان کے علاوہ باقی تمام عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم سب کے علم سے بڑھا ہوا رہے گا۔ حضرت مسروق تابعی رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے تھے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خاص شاگرد تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہؓ کو دیکھا جو عمر میں بوڑھے تھے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرائض کے بارے میں معلومات حاصل کیا کرتے تھے۔[1]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اصحاب رسول اللہ تعالےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی علمی الجھن پیش آئی اور اس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تو ان کے پاس اس کے متعلق ضروری معلومات ملی[2] (جس سے مشکل حل ہوئی) روایت حدیث میں تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے علاوہ بہت سے صحابہؓ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوالات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرتی رہتی تھیں، ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں فرمایئے

---

[1] و [2] جمع الفوائد والاصابہ والبدایہ ۱۲

میں ہدیہ دینے میں دونوں میں سے کس کو ترجیح دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اِلٰی اَقْرَبِھِمَا مِنْكِ بَابًا (کہ دونوں میں سے جس کے گھر کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو اس کو ترجیح دو) [1]

ایک مرتبہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا : کہ اے اللہ مجھ سے آسان حساب لیجو) یہ دُعا سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ یا نبی اللہ! آسان حساب کی کیا صورت ہوگی؟ آپ نے فرمایا اعمال نامہ دیکھ کر درگزر کر دیا جائے گا (یہ آسان حساب ہے! پھر فرمایا کہ) یقین جانو جس کے حساب میں چھان بین کی گئی اے عائشہ! وہ ہلاک ہو گیا [2] کیونکہ جس کے حساب میں چھان بین ہو گی وہ حساب دے کر کامیاب نہیں ہو سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک روز میں نے اور حفصہ نے (نفلی) روزہ رکھ لیا پھر کھانا مل گیا جو کہیں سے ہدیہ آیا تھا۔ ہم نے اس میں سے کھا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے (میرا ارادہ تھا کہ آپؐ سے سوال کروں مگر مجھ سے پہلے (جرأت کر کے) حفصہؓ نے پوچھ لیا اور جرأت میں وہ اپنے باپ کی بیٹی تھی۔ یہ پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں نے اور عائشہ نے نفلی روزہ کی نیّت کی تھی۔ پھر ہمارے پاس ہدیۃً کھانا آ گیا جس سے ہم نے روزہ توڑ دیا۔ فرمائیے اس کا کیا حکم ہے؟ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں اس کی جگہ کسی دوسرے دن روزہ رکھ لینا [3]

ایک مرتبہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن بغیر ختنہ اٹھائے جائیں گے (جیسے ماں کے پیٹ سے دنیا میں آئے تھے) یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو بڑے شرم کا مقام ہوگا کیا مرد عورت سب ننگے ہوں گے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ اس کے جواب میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ! قیامت کی سختی اس قدر ہو گی

---

[1] بخاری شریف ۱۲ [2] رواہ احمد ۱۲۔ [3] جمع الفوائد ۱۲

اور لوگ گھبراہٹ اور پریشانی سے ایسے بدحال ہوں گے کہ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش ہی نہ ہوگا) مصیبت اتنی زیادہ ہوگی کہ کسی کو اس کا خیال بھی نہ آئے گا۔[1]

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ:۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّ اَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّ احْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ۔

ترجمہ: اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور حالت مسکینی میں مجھے دنیا سے اٹھا اور قیامت میں مسکینوں میں حشر کیجیو۔

یہ دعا سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے ایسی دعا کیوں کی؟ آپ نے فرمایا (اس لئے کہ) بلاشبہ مسکین لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے (اس کے بعد فرمایا کہ) اے عائشہ! اگر مسکین سائل ہو کر آئے تو مسکین کو کچھ دیئے بغیر واپس نہ کر اور بھی کچھ نہیں تو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دیا کر۔ اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کر اور ان کو اپنے سے قریب کر جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے روز اپنے سے قریب فرمائیں گے۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ جو اللہ جل شانہٗ نے (قرآن مجید) میں فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا	اور وہ لوگ (اللہ کی راہ میں) جو دیتے ہیں
وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ	اور ان کے دل اس سے خوف زدہ ہوتے ہیں
اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۰ (۲۳: ۶۰)	کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔

تو ان خوف زدہ لوگوں سے (کون مراد ہیں) کیا وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صدیق کی بیٹی! نہیں (ایسے لوگ مراد نہیں ہیں بلکہ اس آیت میں خدا نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے) جو روزہ رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور (اس کے باوجود)

---

[1] الترغیب والترہیب ۱۲۔ [2] ترمذی۔

اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ یہ اعمال قبول نہ کئے جائیں ان ہی لوگوں کے بارے میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے کہ اُولٰٓئِکَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ لہ (کہ یہ لوگ نیک کاموں میں تیزی سے بڑھتے ہیں)۔ (۲۳: ۶۱)

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ (یہ تو آپ نے بڑی گھبرا دینے والی بات سنائی۔ کیوں کہ) موت ہم سب کو (طبعًا) بری لگتی ہے (لہٰذا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم میں سے کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا لہٰذا اللہ تعالیٰ بھی ہم میں سے کسی کی ملاقات کو پسند نہیں فرماتے) اس کے جواب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جیسے طبعی طور پر موت بری لگا اللہ کو اس سے ملاقات ناپسند ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت آپہنچتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز و اکرام کی خوش خبری سنائی جاتی ہے لہٰذا اس کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہیں جو مرنے کے بعد اُسے پیش آنے والی ہے اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو چاہنے لگتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو چاہتے ہیں اور بلاشبہ کافر کی موت کا جب وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملنے کی اس کو خبر دی جاتی ہے لہٰذا اس کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ ناپسند نہیں ہوتی جو مرنے کے بعد اس کے سامنے آنے والی ہے اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں لہ

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں عورتوں پر ایسا جہاد ہے جس میں جنگ نہیں ہے یعنی حج اور عمرہ لہ

لہ مشکوٰۃ عن البخاری والمسلم ۱۲ مشکوٰۃ شریف ۱۲

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (یہ تو واقعہ ہے کہ) کوئی شخص بغیر اللہ تعالےٰ کی رحمت کے جنت میں داخل نہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ہاں) اللہ تعالےٰ کی رحمت کے بغیر کوئی بھی جنت میں نہ جائے گا۔ تین مرتبہ یوں ہی فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہ ہوں گے؟ آپ نے ماتھے پر مبارک ہاتھ رکھ کر فرمایا وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ مِنْہُ بِرَحْمَتِہٖ (میں بھی جنت میں داخل نہ ہوں گا مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیوے) تین مرتبہ یہی فرمایا[1]

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو فرمایئے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ لیلۃ القدر کون سی ہے (یعنی یہ علم ہو جائے کہ آج لیلۃ القدر ہے) تو دعا میں کیا کہوں!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوں کہنا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ[2] (اے اللہ بلاشبہ تو معاف کرنے والا ہے۔ معاف کرنے کو پسند کرتا ہے لہٰذا تو مجھے معاف فرما۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ سے محبت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر تمام بیویوں کی بنسبت زیادہ محبت تھی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا عائشہؓ انہوں نے مکرر سوال کیا یا رسول اللہ مردوں میں سب سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے؟ فرمایا عائشہ کے والد! سائل نے سہ بارہ سوال کیا کہ ان کے بعد؟ فرمایا عمرؓ[3] لیکن اس قدر محبت کے باوجود کسی دوسری بیوی کی ذرا حق تلفی نہیں فرماتے تھے۔ سب کے حقوق اور دل داری اور شب باشی میں برابری

---

[1] مشکوٰۃ ۱۲ ۔ [2] مشکوٰۃ ۱۲ ۔ [3] جمع الفوائد ۱۲ ۔

رکھتے تھے، چونکہ طبعی محبت اختیاری نہیں ہے اس لئے بارگاہ خداوندی میں آپ نے یہ دعا کی تھی اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ (اے اللہ یہ میری تقسیم ہے میرے اختیار کی چیزوں میں لہٰذا مجھے ملامت نہ کیجئے اس چیز میں جس کے آپ مالک ہیں اور میرے قبضہ کی نہیں ہے[1] یعنی طبعی محبت غیراختیاری ہے اس میں برابری کرنا میرے اختیار سے باہر ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہٗ نے معلم بنا کر بھیجا تھا اس لئے آپ کو اللہ کی طرف سے ایسے حالات میں مبتلا کیا گیا جن سے امت کو راہ مل سکے۔ چونکہ امت کو چار بیویوں تک رکھنے کی اجازت ہے اس لئے جو امتی اس پر عمل کرے اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے سبق مل گیا کہ ایک بیوی سے طبعی محبت زیادہ ہو تو اس پر مواخذہ نہیں لیکن حق کی ادائیگی میں سب کو برابر رکھنا فرض ہے اس میں کوتاہی کی تو پکڑ ہوگی۔ ترمذی شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مرد کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان برابری کا خیال نہ رکھے تو قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔

تربیّت کا خاص خیال

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بہت محبّت تھی اور ان کی تربیت کا بھی خاص خیال فرماتے تھے اور اللہ تعالےٰ سے ڈراتے رہتے تھے جہاں لغزش نظر آتی فوراً آگاہ فرماتے اور سرزنش فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے میں نے آپ کے پیچھے ایک اچھا سا پردہ لٹکا دیا۔ جب آپ تشریف لائے تو اس پردہ کو اس زور سے پکڑ کر کھینچا کہ اس کو پھاڑ دیا۔ پھر فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو یہ حکم نہیں دیا کہ پتھر اور

---

[1] جمع الفوائد ۱۲

کو اور مٹی کو لباس پہنا دیں[1]

ایک مرتبہ چند یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے دبی زبان سے اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ کے بجائے اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ سام موت کو کہتے ہیں۔ ان کا مطلب بددعا دینا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں وَعَلَیْکُمْ فرمادیا۔ (یعنی تم پر موت ہو) (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسی قدر فرمایا لیکن) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سخت برہم ہوئیں اور غصہ سے انہوں نے فرمایا "اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ وَلَعَنَکُمْ وَغَضِبَ عَلَیْکُمْ (تم پر موت ہو۔ خدا کی لعنت ہو اور خدا کا غضب ٹوٹے) یہ سن کر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اے عائشہ! ٹھیرو، نرمی اختیار کر اور بدکلامی سے بچ"۔ عرض کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا ہے؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم نے نہیں سنا میں نے کیا جواب دیا، ان کی بات میں نے ان پر لوٹا دی اب اللہ تعالیٰ میری بددعا ان کے حق میں قبول فرمائیں گے اور ان کی بددعا میرے حق میں قبول نہ ہوگی[2]

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برائی کرتے ہوئے کہہ دیا کہ صفیہ اتنی سی ہے یعنی پستہ قد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ٹوکا اور فرمایا کہ یقین جان! تو نے ایسا کلمہ کہہ دیا کہ اسے اگر سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی بگاڑ دے[3]

ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آٹا پیس کر چھوٹی چھوٹی روٹیاں پکائیں اس کے بعد ان کی آنکھ لگ گئی۔ اسی اثنا میں پڑوسن کی بکری آئی اور وہ روٹیاں کھا گئی آنکھ کھلنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے پیچھے دوڑیں یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! ہمسایہ کو اس کی بکری کے بارے میں نہ ستاؤ[4]

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲۔ [2] مشکوٰۃ عن البخاری والمسلم ۱۲۔ [3] مشکوٰۃ شریف ۱۲۔
[4] الادب المفرد باب لا یوذی جارہ ۱۲۔

مختلف نصائح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر زہد فی الدنیا اور فکر آخرت اور خدا ترسی کی نصیحتیں فرماتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نصیحت فرمائی کہ اے عائشہؓ چھوٹے گناہوں سے بھی بچ کیونکہ اللہ کی طرف سے ان کے بارے میں مواخذہ کرنے والا موجود ہے[1]

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اے عائشہؓ اگر تو آخرت میں مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو تجھے دنیا میں سے اتنا سامان کافی ہونا چاہیے جتنا مسافر اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے اور مالداروں کے پاس بیٹھنے سے پرہیز کر اور کسی کپڑے کو پرانا سمجھ کر پہننا مت چھوڑ جب تک تو اس کو پیوند لگا کر نہ پہن لیوے[2]۔

حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ خالہ جان اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے نیا کپڑا اس وقت تک نہیں بناتی تھیں جب تک کہ پہلے بنائے ہوئے کپڑے کو پیوند لگا کر نہیں پہن لیتی تھیں اور جب تک کہ وہ خوب بوسیدہ نہ ہو جاتا[3]۔

کثیر بن عبید کا بیان ہے کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت اپنے کپڑے میں پیوند لگا رہی تھیں۔ مجھ سے فرمایا ذرا ٹھہرو ابھی بات کروں گی، اس کام سے فارغ ہو جاؤں۔ چنانچہ میں نے توقف کیا پھر جب گفتگو شروع ہوئی تو میں نے عرض کیا اے اُم المومنین! اگر میں باہر جا کر لوگوں سے کہوں کہ ام المومنین پیوند لگا رہی تھیں تو آپ کو لوگ بخیل سمجھیں گے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ سمجھ کر بات کرو حقیقت یہ ہے کہ جس نے پرانا کپڑا نہ پہنا اسے نیا کپڑا پہننے میں کیا لطف آئے گا۔

کلماتِ حکمت و موعظت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی صاحب حکمت و موعظت تھیں۔ بڑی پتہ کی بات فرما دیا کرتی تھیں۔ بعض صحابہ بھی ان سے نصیحت کرنے کی فرمائش کیا کرتے تھے۔

زیادہ کھانے کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲۔ [2] ایضاً۔ [3] الترغیب والترہیب ۱۲۔

وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سب سے پہلی مصیبت یہ امت میں پیدا ہوئی کہ پیٹ بھر کر کھانے لگے۔ جب پیٹ بھرتے ہیں تو بدن موٹے ہو جاتے ہیں اور دل کمزور ہو جاتے ہیں اور نفسانی خواہشیں زور پکڑ لیتی ہیں [۱]۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ گناہوں کی کمی سے بہتر کوئی پونجی ایسی نہیں ہے جسے لے کر تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو جسے یہ خوشی ہو کہ عبادت میں محنت سے انہماک رکھنے والے سے بازی لے جائے اسے چاہیئے کہ اپنے کو گناہوں سے بچائے [۲]۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام ارسال کیا جس میں اپنے لئے مختصر نصیحت کرنے کی فرمائش کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں فرمایا:

سَلَامٌ عَلَيْكَ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ تَعَالَى صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللهِ وَكَلَهُ اللهُ إِلَى النَّاسِ

والسلام علیک [۳]

(ترجمہ) تم پر سلام ہو۔

تم پر سلام ہو بعد سلام کے واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی کا خیال نہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو اللہ تعالیٰ لوگوں کی شرارتوں سے (بھی) اسے محفوظ فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی رکھنا چاہتا ہو اللہ تعالیٰ (اس کی مدد نہیں فرماتے بلکہ) اسے لوگوں کے حوالے کر دیتے ہیں وہ اس کو جیسے چاہیں استعمال کریں اور جس طرح چاہیں اس کا دلیہ بنائیں۔ والسلام علیک

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو (غالباً ان کی درخواست پر) یہ بھی لکھ کر بھیجا کہ:

---

[۱] الترغیب والترہیب ۱۲۔ [۲] صفۃ الصفوۃ ۱۲۔ [۳] مشکوٰۃ شریف

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا عَمِلَ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَادَ حَامِدُهُ مِنَ النَّاسِ ذَامًّا ۔

یعنی جب بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام کرتا ہے تو اس کو اچھا کہنے والے بھی برا کہنے لگتے ہیں لے

نشر العلوم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑی مستعدی سے علم دین کی اشاعت کی۔ ان کے شاگردوں کی بڑی بھاری تعداد (جو ۲۰۰ کے لگ بھگ ہے) کتابوں میں لکھی ہے جن میں صحابہ کرام بھی ہیں اور تابعین حضرات بھی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) ان کی وفات ۵۸ھ میں ہوئی اس حساب سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے ۴۸ سال مسلسل علم دین پھیلایا۔ محدثین کرام نے ان کی روایات کی تعداد ۲۲۱۰ بتلائی ہے ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑی فیاضی کے ساتھ علم دین کی اشاعت کی۔ لڑکے اور عورتیں اور جن مردوں سے ان کا پردہ نہ تھا پردہ کے اندر مجلس تعلیم میں بیٹھتے تھے اور باقی حضرات متعلمین پردہ کے پیچھے بیٹھ کر ان سے دینی فیض حاصل کرتے تھے۔ مختلف قسم کے سوالات کئے جاتے تھے اور وہ سب کا جواب دیتی تھیں اور بعض مرتبہ کسی دوسرے صحابی یا امہات المومنینؓ میں سے کسی کے پاس سائل کو بھیج دیتی تھیں۔ دینی مسائل معلوم کرنے میں کوئی شرماتا تو فرماتی تھیں کہ شرماؤ مت کھل کر پوچھ لو ۔

ہر سال حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے جاتی تھیں اور ہر طرف سے مختلف شہروں سے برابر لوگ آتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ کے باہر ٹھہر کر دینی سوالات کرتے تھے اور وہ جواب دیتی تھیں۔ مکہ معظمہ میں زمزم کے قریب پردہ ڈال کر تشریف فرما ہو جاتی تھیں اور فتویٰ طلب کرنے والوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار ان جلیل القدر صحابہؓ میں کیا گیا ہے جو مستقل مفتی تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد ماجدؓ ہی کے زمانہ خلافت سے مفتی ہو گئی تھیں اور

لے صفۃ الصفوۃ ۱۲ ۔

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو خود آدمی بھیج کر ان سے مسائل معلوم کراتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانۂ امارت میں دمشق میں مقیم تھے اور بوقت ضرورت قاصد کو بھیج کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسئلہ معلوم کر کے عمل کرتے تھے۔ قاصد شام سے چل کر مدینہ منورہ آتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مسکن کے دروازہ کے سامنے کھڑے ہو کر سوال کا جواب لے کر واپس چلا جاتا تھا۔[1]

بہت سے لوگ خطوط لکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دینی معلومات حاصل کرتے تھے اور وہ ان کو جواب لکھا دیتی تھیں۔ عائشہ بنت طلحہؓ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاص شاگرد ہیں فرماتی ہیں۔

ویکتبون الیّ من الامصار	لوگ مجھے دور دور کے شہروں سے خطوط لکھتے
فاقول لعائشہ یاخالۃ ھذا	تھے (اور ہدایا بھیجتے تھے) میں عرض کرتی تھی کہ
کتاب فلان وھدیتہ	اے خالہ جان یہ فلاں شخص کا خط اور اس کا ہدیہ
فتقول لی عائشہ ای بُنیّۃ	ہے (فرمایئے اس کا کیا جواب لکھوں) وہ فرماتی
اُجِیبیہ واثیبیہ ۔	تھیں کہ اے بیٹا (اسے ریہ) جواب لکھ دو اور ہدیہ
	کا بدلہ دے دو۔

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فتاوی بکثرت آئے ہیں لوگ ان سے خصوصیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اندرون خانہ زندگی کے متعلق معلومات کیا کرتے تھے اور وہ بہت بے تکلفی کے ساتھ جواب دیا کرتی تھیں، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ سکھانے اور عمل کر کے دکھانے کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ اس لئے آپ کی زندگی کے کسی پہلو کو آپ کی ازواج مطہرات ہرگز نہیں چھپاتی تھیں۔

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا اپنے گھر کے

---

[1] ماخوذ من ابن سعد ۱۲

کام کاج میں مشغول رہتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے[1]۔ ایک مرتبہ انہوں نے اس کو ذرا تفصیل سے یوں بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی کی مرمت خود کر لیا کرتے تھے اور اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں اس طرح خانگی کام کاج میں مشغول رہتے تھے جیسے تم لوگ اپنے گھروں میں کام کاج کرتے ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ اپنے کپڑوں میں جوں خود دیکھ لیتے تھے اور اپنی بکری کا دودھ خود دوہ لیتے تھے اور اپنی خدمت خود کر لیتے تھے[2]۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کی طرح بات میں بات نہیں پروتے چلے جاتے تھے بلکہ آپؐ کا کلام ایسا سلجھا ہوا ہوتا تھا کہ ایک ایک کلمہ علیحدہ علیحدہ ہوتا تھا جسے پاس بیٹھنے والا بآسانی یاد کر لیتا تھا[3]۔

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے آپ کو کبھی پورے دانتوں اور ڈاڑھوں کے ساتھ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جس سے آپ کے مبارک حلق کا کوا دیکھا جائے آپ تو بس مسکراتے تھے[4]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ آپؐ نے کبھی کسی کو اپنے دست مبارک سے نہیں مارا نہ کسی بیوی کو نہ کسی خادم کو۔ ہاں اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے (اللہ کے دشمن کو) مارا تو وہ دوسری بات ہے اور آپ کو کسی سے کچھ کسی قسم کی اذیت پہنچی تو اس کا بدلہ کبھی نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ تعالےٰ کے حکم کے خلاف کسی سے کوئی کام ہو جاتا تو آپؐ اللہ کے لئے اس کو سزا دیتے تھے[5]۔

حضرت سعد بن ہشامؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اُم المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کے متعلق ارشاد فرمائیے کیسے تھے؟ اس پر انہوں نے فرمایا:

---

[1] بخاری شریف ۱۲۔ [2] ترمذی شریف ۱۲۔ [3] ترمذی شریف ۱۲۔
[4] بخاری شریف ۱۲۔ [5] مشکوٰۃ شریف۔

کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں!
فرمایا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن ہی تھی لہ (یعنی اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جن احکام کا حکم فرمایا ہے اور جن اخلاق کو اختیار کرنے کو فرمایا وہ سب پوری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں موجود تھے۔

حضرت عبدالعزیز بن جریج روایت فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے دریافت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کن سورتوں سے نماز وتر ادا فرماتے تھے اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور دوسری رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پڑھا کرتے تھے ٢ہ

حضرت عفیف بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں نے عرض کیا یہ تو فرمایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غسل واجب ہوتا تھا تو اوّل رات ہی میں غسل فرما لیتے تھے یا آخری رات میں؟ انہوں نے فرمایا کبھی آپ نے اوّل وقت ہی غسل فرمالیا اور کبھی آخری رات میں غسل فرمالیا۔ یہ سنتے ہی میں نے کہا کہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً (اللہ اکبر سب تعریف اللہ کے لئے جس نے اس بارے میں گنجائش رکھی ہے) اس کے بعد میں نے عرض کیا یہ تو فرمایئے کہ آپ رات کے اوّل وقت میں وتر ادا فرما لیتے تھے یا رات کے پچھلے حصّہ میں؟ اس کے جواب میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ کبھی آپ نے اوّل رات میں وتر ادا فرمائے اور کبھی آخری رات میں، یہ سنتے ہی میرے منہ سے پھر وہی الفاظ نکلے کہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً، اس کے بعد میں نے سہ بارہ سوال کیا کہ (رات کو جب نفل ادا فرماتے تھے تو) آپ قرأت زور سے پڑھتے یا آہستہ؟ اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ کبھی آپ نے زور سے قرأت پڑھی اور کبھی آہستہ پڑھی۔ یہ سُن کر میرے منہ سے پھر (بے ساختہ) وہی کلمات

لہ مشکوٰۃ شریف ۱۲۔ ٢ہ مشکوٰۃ عن الترمذی وابی داؤد والنسائی ۱۲

کلے اللّٰہ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَۃً ؕ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا جانتی تھیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ساری امت کے لئے نمونہ ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات اور ہر حرکت وسکون کو انہوں نے اچھی طرح محفوظ رکھا تھا۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونی احوال اور رات کے اعمال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت مروی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم (نمازِ تہجد سے فارغ ہوکر) جب فجر کی دو سنتیں پڑھ لیتے تھے تو میں جاگتی ہوتی تو (نماز کے لئے مسجد کو جانے تک) مجھ سے باتیں فرماتے رہتے تھے ورنہ (ذرا دیر داہنی کروٹ پر) لیٹ جاتے تھے ؂۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز (نفل) پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو پہلے مختصر سی دو رکعتیں پڑھ لیتے تھے ؂ (اس کے بعد لمبی سورتوں سے نماز ادا فرماتے تھے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم غیر فرض نمازوں میں جس قدر فجر کی دو رکعتوں کا خاص اہتمام فرماتے تھے اور کسی غیر فرض نماز کا اس قدر اہتمام نہیں فرماتے تھے ؂ یہ بھی روایت فرماتی تھیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیہا یعنی فجر کی دو سنتیں ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہیں ؂۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھ کر لیٹ کر قرآن شریف کی تلاوت کر لیتے تھے حالانکہ وہ میرا زمانہ ماہواری کا ہوتا تھا۔

یہ بھی روایت فرماتی ہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب معتکف ہوتے تو مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے میری طرف کو سر جھکا دیتے تھے اور میں آپ کا سر مبارک (اپنے حجرہ میں سے) دھو دیتی تھی حالانکہ یہ میرا زمانہ ماہواری کا ہوتا تھا ؂۔

لہ ابو داؤد ۱۲ ۔ ؂ مسلم ۱۲ ۔ ؂ ایضاً ۱۲ ۔ ؂ مسلم شریف ۱۲ ۔ ؂ بخاری و مسلم ۱۲
؂ بخاری و مسلم ۱۲ ۔ ؂ ایضاً ۱۲

زُہد و فقر اور گھر کے احوال

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیّد الزاہدین تھے، پیٹ بھرنے اور مزیدار چیزیں حاصل کرنے اور سامان جمع کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں (مگر قصہ یہ ہے کہ) میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کی قامت کا یہ عالم تھا کہ اس کی کمر کعبہ تک پہنچ رہی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کے رب نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر تم چاہو تو عام بندوں کی طرح بندہ اور نبی بن کر رہو اور اگر چاہو تو نبی اور بادشاہ بن کر رہو۔ میں نے اس بارے میں جبرئیل علیہ السّلام کی طرف مشورہ لینے کے طور پر دیکھا تو انہوں نے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار کرو لہٰذا میں نے جواب دے دیا کہ میں نبی ہوتے ہوئے عام بندوں کی طرح ہو کر رہنا چاہتا ہوں (اس کو روایت کرنے کے بعد) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس کے بعد سے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے (اور یہ) فرمایا کرتے تھے کہ میں اس طرح کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے[1]

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا اور گو آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری تین چار سال یہ بھی کیا کہ ازواجِ مطہرات کے لئے ایک سال کے خرچ کا انتظام فرما دیا کرتے تھے لیکن آپؐ کی صحبت کے اثر سے آپؐ کی ازواجِ مطہرات بھی اس کو خیرات کر دیتی تھیں اور خود تکلیف برداشت کر لیتی تھیں۔

حضرت مسروق (تابعی) فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرے لئے کھانا منگایا پھر کھانا منگا کر فرمایا کہ اگر میں پیٹ بھر کر کھالوں اور اس کے بعد رونا چاہوں تو رو سکتی ہوں! میں نے سوال کیا کیوں؟ فرمایا کہ میں اس حال کو یاد کرتی ہوں جس حال میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو چھوڑ کر تشریف لے گئے ہیں، اللہ کی قسم کسی روز (بھی) دو مرتبہ آپؐ نے

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲

گوشت اور روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا نے فرمایا کہ ہم اگر چاہتے تو پیٹ بھر کر کھا لیتے لیکن واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپؐ نے اور آپؐ کے گھر والوں نے جَو کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھرا[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا نے ایک مرتبہ اپنے بھانجے حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے فرمایا کہ اے میری بہن کے بیٹے سچ جانو ہم تین چاند دیکھ لیتے تھے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ انہوں نے سوال کیا کہ خالہ جان پھر آپ حضرات کیسے زندہ رہتے تھے؟ فرمایا کھجوروں اور پانی پر گذارا کر لیتے تھے اور اس کے سوا یہ بھی ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہنے والے انصار اپنے دودھ کے جانوروں کا دودھ ہدیۃً بھیج دیا کرتے تھے آپ اس دودھ کو ہمیں پلا دیا کرتے تھے[2]

خوراک کی کمی کے ساتھ دوسرا خانگی سامان بھی بہت ہی کم تھا، گھر میں چراغ تک نہیں جلتا تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر بغیر چراغ روشن کئے اور بغیر چولہے میں آگ جلائے کئی کئی ماہ گذر جاتے تھے اگر زیتون کا تیل مل جاتا (جس سے چراغ روشن کئے جاتے تھے) تو (تھوڑا سا ہونے کی وجہ سے) اس کو روشن کرنے کے بجائے بدن پر اور سر پر مل لیتے تھے اور چربی مل جاتی تھی تو اس کو کھانے میں لے آتے تھے[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (تہجد کی نماز کے وقت) سو جاتی تھی اور میرے پاؤں آپؐ کے سامنے

---

[1] الترغیب والترہیب ۱۲۔ [2] بخاری ومسلم ۱۲۔ [3] الترغیب ۱۲۔

(سجدہ کی جگہ) پھیل جاتے تھے۔ لہٰذا جب آپ سجدہ میں جاتے تو میرے پاؤں کو ہاتھ لگا دیتے تھے (تاکہ پاؤں ہٹالوں تو سجدہ کی جگہ ہو جائے) لہٰذا میں پاؤں سکیڑ لیتی تھی اور جب آپ سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے تو میں پھر پاؤں پھیلا دیتی تھی۔ اس کو بیان کرکے فرمایا کہ اس زمانے میں گھروں میں چراغ نہ تھے[1]

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بستر بھی عمدہ اور نرم نہیں رکھتے تھے۔ آپؐ کی مصاحبت کی وجہ سے ازواجِ مطہرات بھی اسی طرح گذارہ کرتی تھیں۔ بھلا ان کو یہ کیسے گوارا ہوتا کہ خود آرام اٹھالیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف میں دیکھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور جس تکیہ پر سہارا لگا کر بیٹھتے تھے وہ بھی اسی طرح کا تھا[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھرانے میں کپڑے بھی زیادہ نہ تھے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کا کپڑا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پاک کیا تو آپؐ اسی کو پہنے ہوئے مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے اور دھونے کی تری اس میں موجود رہی[3]

ایک صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس آئے اس وقت حضرت عائشہؓ کی باندی بھی وہیں موجود تھی جو ۵ درہم کا کرتہ پہنے ہوئے تھی۔ اس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ ذرا میری اس باندی کو دیکھو وہ اپنے کو اس سے بالاتر سمجھتی ہے کہ گھر کے اندر اس کرتہ کو پہنے اور ہمارا پچھلا زمانہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یہ تھا کہ اس قسم کے کرتوں میں کا ایک کرتہ میرے پاس تھا جو مدینہ میں ہر شادی کے وقت دلہن کو سجانے کے لئے مجھ سے مانگا جاتا تھا (پھر رخصتی کے بعد واپس کر دیا جاتا تھا)[4]

مشورہ لینا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بڑی صاحب فہم وفراست تھیں۔ اچھے اچھے سمجھدار ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ حضرت نافعؒ کا بیان ہے کہ میں شام اور مصر

---

[1] بخاری ومسلم ۱۲۔ [2] مشکوٰۃ شریف ۱۲۔ [3] طحاوی شریف ۱۲۔ [4] مشکوٰۃ ۱۲۔

کو مال لے جاکر تجارت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں تجارت کے ارادہ سے عراق کو اپنا مال لے گیا (واپس آکر) میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا کے پاس پہنچا اور سارا واقعہ سنایا کہ میں پہلے تجارت کے لئے اپنا مال شام لے جایا کرتا تھا اس مرتبہ عراق کو لے گیا تھا (اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟) اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا نے فرمایا کیوں (بلا وجہ) اپنی (سابقہ) تجارت گاہ کو چھوڑتے ہو ایسا مت کرو کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جب اللہ جل شانہٗ تمہارے لئے کسی ذریعہ سے رزق کے اسباب پیدا فرما دے تو جب تک (خود ہی) وہ سبب (کسی وجہ سے) نہ بدل جائے یا (نفع کے علاوہ) دوسرا رخ اختیار نہ کرے تو اس کو نہ چھوڑ[1]

فضائل ومناقب

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا کے بہت سے فضائل حدیث شریف اور اسماء الرجال کی کتابوں میں لکھے ہیں۔

پہلے گذر چکا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب بیویوں سے زیادہ ان سے محبت تھی۔ ان کے شاگرد حضرت مسروقؒ (تابعی) جب ان کے واسطہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی حدیث سناتے تھے تو یوں فرمایا کرتے تھے حدثتنی الصادقۃ ابنۃ الصدیق حبیبۃ حبیب اللّٰہ (یعنی مجھے روایت کی سچ بولنے والے صدیق کی بیٹی نے جو اللہ کے حبیب کی پیاری تھیں)[2]

خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا نے فرمایا کہ مجھے دس چیزوں کے ذریعہ فضیلت ہے وہ دس چیزیں یہ ہیں:۔

(۱) جبرئیل علیہ السلام میری تصویر لے کر (نکاح سے پہلے) آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے پاس آئے۔

(۲) اور میرے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

(۳) اور نہ کوئی ایسی عورت میرے علاوہ آپ کے نکاح میں آئی جس کے ماں باپ دونوں نے ہجرت کی ہو۔

---

[1] جمع الفوائد عن ابن ماجہ ۱۲۔ [2] الاصابہ ۱۳۔

(۴) اور اللہ تعالے نے آسمان پر سے میری براءتؑ نازل فرمائی۔

(۵) اور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے پاس اس حال میں وحی آجاتی تھی کہ میں آپؐ کے ساتھ لحاف میں لیٹی ہوتی تھی۔

(۶) میں اور آپؐ ایک ہی برتن سے (ساتھ بیٹھ کر کپڑا باندھ کر) غسل کرتے تھے۔

(۷) آپ نماز (تہجد) پڑھتے رہتے تھے اور میں آپؐ کے سامنے لمبی لمبی لیٹی رہتی تھی۔

(۸) آپؐ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ میری گردن اور گود کے درمیان تھے۔ اور میرا باری کا دن تھا۔

(۹) اور میرے ہی گھر میں آپؐ مدفون ہوئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا نے اپنی خصوصیات میں یہ بھی ذکر کیا کہ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا اور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب بیوی تھی اور جس وقت آپؐ کی وفات ہوئی اس وقت آپؐ کے پاس میرے اور فرشتوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔لہ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد بہت کامل ہوئے اور عورتوں میں بس مریم بنت عمران (والدہ سیدنا عیسیٰ صلوۃ اللہ وسلامہ علیہما) اور آسیہ فرعون کی بیوی کامل ہوئیں اور عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثریدؑ کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔لہ

ایک مرتبہ سیدنا جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کے ذریعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہلایا۔ انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سبز ریشم کے کپڑے میں

عہ براءت کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲۔ لہ الاصابہ ۱۲۔

لہ مشکوٰۃ عن البخاری والمسلم عہ روٹی کے ٹکڑوں کو شوربہ دار گوشت میں بھگو یا کرتے تھے اس کو اہل عرب ثرید کہتے تھے اور تمام کھانوں سے افضل سمجھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی صورت لے کر آئے اور عرض کیا یہ آپ کی بیوی ہیں دنیا اور آخرت میں[1]

کثرتِ عبادت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر روزے رکھا کرتی تھیں اور نفل نماز بھی بہت پڑھتی تھیں۔ چاشت کی نماز کا خاص اہتمام رکھتی تھیں۔ اس وقت آٹھ رکعت پڑھا کرتی تھیں اور یہ فرماتی تھیں کہ میرے ماں باپ بھی اگر (قبر) سے اٹھ کر آجائیں تب بھی اس نماز کو نہ چھوڑوں گی[2] (بلکہ ان کی خدمت کرتے ہوئے بھی اس کو ضرور پڑھوں گی) حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ فرماتے تھے کہ میرا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ جب صبح کو گھر سے نکلتا تو سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتا اور سلام کرتا (یہ ان کے بھائی کے بیٹے تھے۔ ایک مرتبہ جو میں ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ کھڑی ہوئی نفل نماز پڑھ رہی ہیں اور بار بار اس آیت کو پڑھ رہی ہیں اور رو رہی ہیں فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْمِ میں سلام پھیرنے کے انتظار میں کھڑا رہا۔ حتیٰ کہ طبیعت اکتا گئی اور میں ان کو اسی حال میں چھوڑ کر اپنی ضرورت کے لئے بازار چلا گیا۔ پھر جب واپس آیا تو دیکھا وہ اب بھی اسی طرح نماز میں کھڑی ہیں اور رو رہی ہیں[3]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی تہجد پڑھا کرتی تھیں[4] آپؐ کے بعد بھی اس کا اہتمام کرتی تھیں۔ روزوں کی کثرت ان کا خاص شغل تھا۔ ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو روزہ سے تھیں۔ سخت گرمی کی وجہ سے سر پہ پانی کے چھینٹے دیے جا رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے) فرمایا اس گرمی میں (نفل) روزہ کوئی ضروری نہیں ہے افطار کر لیجئے۔ (بعد میں قضا رکھ لینا کافی ہوگا) یہ سن کر فرمایا کہ بھلا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سننے کے بعد کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے

---

[1] اسد الغابہ ۱۲۔ [2] مشکوٰۃ شریف ۱۲۔ [3] صفۃ الصفوۃ ۱۲۔ [4] مسند احمد ۱۲۔

سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ میں اپنا روزہ توڑ دوں گی [۱]۔ شریعتِ مقدسہ کی منع کی ہوئی چیزوں میں چھوٹی چھوٹی چیزوں سے بھی بچتی تھیں۔ راستہ میں کبھی ہوتیں اور گھنٹہ کی آواز آجاتی تو ٹھہر جاتی تھیں تاکہ اس کی آواز کان میں نہ آئے [۲]۔ نیکیوں کو پھیلانے کے ساتھ ساتھ بُرائیوں سے روکنا بھی ان کا خاص مشغلہ تھا اور اس مقصد کے لئے ہر ممکن طاقت خرچ کر دینا ضروری سمجھتی تھیں۔ ایک گھر کرایہ پر دے دیا تھا۔ کرایہ داراس میں شطرنج کھیلنے لگے تو ان کو کہلا بھیجا کہ اس حرکت سے باز نہ آؤ گے تو مکان سے نکلوا دوں گی [۳]۔

احکامِ اسلامیہ کو بلا چون وچرا ماننا

دیگر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بھی اسلام کے احکام کے بارے میں چون وچرا کو بالکل روا نہیں رکھتی تھیں۔ ان کی مشہور شاگرد حضرت معاذہؓ عدویہ نے ایک مرتبہ سوال کیا۔ کیا بات ہے حیض کے زمانہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی لیکن رمضان شریف کے روزے بعد میں رکھے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں فرمایا اَحَرُوْرِیَّةٌ اَنْتِ۔ (کیا تو نیچری ہو گئی جو اسلام کو اپنی سمجھ کا تابع کرنا چاہتی ہے اور اسلام کے حکم کو بغیر سمجھے ماننے کو پسند نہیں کرتی) حضرت معاذہؓ نے عرض کیا میں نیچری تو نہیں ہوں۔ یوں ہی سوال کر رہی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا (میں تو اس کے جواب میں یہی جانتی ہوں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) ہم کو حیض آتا تھا تو روزہ کی قضا رکھنے کا حکم ہوتا تھا اور نماز کی قضا پڑھنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا [۴]۔

---

[۱] مسند احمد [۲] الادب المفرد للبخاری [۳] الادب المفرد للبخاری۔ [ع] ایک حدیث میں ہے کہ عرفہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال کے پچھلے اور ایک سال کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے راوی حضرت ابو قتادہؓ ہیں (مشکوٰۃ ص ۱۷۹ ج ۱ عن مسلم) [ع] حروراء ایک بستی تھی وہاں کے رہنے والوں میں یہ وبا چل پڑی تھی جو اس دور میں نیچریوں میں اور پچھلے دور میں معتزلہ میں پھیلی ہوئی تھی کہ جب تک عقل تسلیم نہ کرے اسلام کی بات کو ماننے سے انکار کرتے تھے اس لئے ہم نے حروریہ کا ترجمہ نیچری کیا ہے ۱۲ [۴] جمع الفوائد ۱۲۔

نزولِ آیتِ تیمّم شریعت میں وضو کی جگہ بعض مجبوری کے مواقع میں جو تیمم رکھا گیا ہے امت کے لئے اس میں بڑی آسانی ہے۔ یہ سن کر آپ کے علم میں اضافہ ہوگا کہ تیمم کے جاری ہونے کا سبب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہی ذات گرامی ہے۔ جس کا مفصل واقعہ وہ خود اپنے الفاظ میں اس طرح نقل فرماتی تھیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے۔ بہت سے مسلمان ساتھ تھے ہم نے مقام بیداء یا ذات الجیش میں قیام کیا وہاں میرے ہار کی لڑی ٹوٹ گئی لہٰذا اس کے ڈھونڈنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مزید) قیام فرمایا اور آپ کے ساتھ آپ کے ساتھی بھی ٹھہرے رہے۔ رات کا وقت تھا اور پانی کہیں قریب موجود نہیں تھا چونکہ لوگوں کو فجر کی نماز پڑھنے کا خیال تھا اس لئے بہت فکرمند ہوئے کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے بلا وضو نماز کیسے پڑھ سکیں گے۔ یہ سوچ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ عائشہ نے کیا کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے تمام ہمراہیوں کو روک لیا ہے اور حال یہ ہے کہ نہ پانی قریب ہے نہ اپنے پاس ہے۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور مجھے ڈانٹنا شروع کیا اور نہ جانے کیا کیا کہا اور ڈانٹنے کے ساتھ ساتھ میری کوکھ میں کچوکے دیتے رہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ آپ کے بے آرام ہونے کی وجہ سے میں نے حضرت ابوبکرؓ کے کچوکے دینے پر ذرا حرکت نہ کی۔ الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھے ہوئے سوتے رہے حتیٰ کہ صبح ہوگئی اور پانی موجود نہ تھا۔ لہٰذا اللہ جل شانہٗ نے تیمم کی آیت نازل فرما دی اور سب نے تیمم کیا اور نماز پڑھی۔ یہ ماجرا دیکھ کر حضرت اسید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ (خوشی میں پھڑک اٹھے اور) کہا کہ اے ابوبکر کے گھر والو! تم ہمیشہ سے برکت والے ہو یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے۔ اس کے بعد جب ہم نے اونٹ کو اٹھایا جس پر میں (سوار ہوئی) تھی تو وہ گم شدہ ہار اس کے نیچے سے مل گیا۔[1]

---

[1] جمع الفوائد ۱۲

شعر اور طب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مریضوں کے معالجات میں اور اشعارِ عرب یاد رکھنے میں بھی خاص ملکہ رکھتی تھیں۔ ان کے بھانجے حضرت عروۃ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو جب کوئی حادثہ پیش آجاتا تو اس کے متعلق ضرور شعر پڑھ دیتی تھیں [1]۔

یہ بھی حضرت عروۃ بن الزبیرؓ کا ارشاد ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی قرآن کا عالم اور فرائضِ اسلام اور حلال وحرام کا جاننے والا اور عرب کے واقعات اور اہلِ عرب کے نسب سے واقفیت رکھنے والا نہیں دیکھا [2]۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عروۃ بن الزبیرؓ نے عرض کیا کہ اے اماں جان! مجھے آپ کے فقیہ ہونے پر تعجب نہیں ہے کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور نہ مجھے آپ کی شعر دانی اور واقعاتِ عرب کی واقفیت پر تعجب ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ہو۔ ان کی صحبت سے یہ چیزیں حاصل ہوگئیں۔ لیکن مجھے تعجب ہے کہ آپ کو طب سے کیوں کر واقفیت ہوئی؟ اس کے جواب میں حضرت عروۃؓ کے کاندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ عروہ بیٹا! طب میں نے اس طرح سیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری عمر میں بیمار ہوجایا کرتے تھے اور لوگ دُور دُور سے آیا کرتے تھے۔ وہ آپ کو علاج کے طریقے اور دوائیں بتاتے تھے اور میں ان کے ذریعہ آپ کا علاج کرتی تھی [3]۔

سخاوت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بڑی سخی تھیں اور ان کی بہن اسماء بنت ابی بکرؓ بھی سخاوت میں بڑا مرتبہ رکھتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے تھے (جو حضرت اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بیٹے تھے) کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور حضرت اسماء سے بڑھ کر کوئی عورت سخی نہیں دیکھی لیکن دونوں کی سخاوت میں ایک فرق تھا اور وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھوڑا تھوڑا جمع کرتی رہتی تھیں یہاں تک کہ جب خاصی مقدار میں جمع ہوجاتا تو

---

[1] الاصابہ ۱۲۔ [2] تحفۃ الصفوۃ ۱۲۔ [3] ایضاً ۱۲۔

(ضرورت مندوں) میں تقسیم فرمادیتی تھیں اور حضرت اسماءؓ کا یہ حال تھا کہ وہ کل کے لئے کچھ رکھتی ہی نہ تھیں[1]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک روز ستر ہزار کی مالیت (ضرورت مندوں پر) تقسیم فرمادی اور اپنا یہ حال تھا کہ تقسیم کرتے وقت اپنے کرتہ میں پیوند لگا رہی تھیں[2]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہا نے ایک طبق میں سچے موتی بھر کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ہدیۃً بھیجے جن کی قیمت ایک لاکھ لگی۔ انہوں نے ہدیہ قبول کر کے اپنے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں میں تقسیم فرما دیا[3]

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روزہ تھا اور اسی روز ان کے پاس ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دو بورے بھر کر ہدیہ بھیجا جو ایک لاکھ اسّی ہزار کی مالیت تھی۔ وہ اسی وقت تقسیم کرنے بیٹھ گئیں اور تھوڑی دیر میں تمام کر دیا۔ جب شام ہوئی تو ایک درہم (چونی بھر کر چاندی) بھی پاس نہ تھا۔ افطار کے وقت اپنی باندی سے فرمایا کہ افطاری لاؤ چنانچہ وہ زیتون کا تیل اور روٹی لے کر آئی۔ وہیں ایک عورت ام ذرہ موجود تھی (اس کا بھی روزہ تھا) اس نے کہا کہ آج جو آپ نے مال تقسیم کیا ہے اس میں سے اتنا بھی آپ نہ کر سکیں کہ ایک درہم کا گوشت ہی منگا لیتیں جسے افطاری میں ہم کھا لیتے! حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ اب کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ اس وقت تم یاد دلاتیں تو میں اس کا خیال کر لیتی[4]۔

ایک روز کا واقعہ ہے جسے وہ خود بیان فرماتی تھیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں اس نے سوال کیا۔ اس وقت میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا میں نے وہی دے دی۔ اس نے اس کھجور کو لے کر دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا اور خود نہ کھایا۔ اس کے بعد وہ چلی گئی اور اس کے

---

[1] الادب المفرد ۴۱۔ [2] صفۃ الصفوہ ۱۲۔ [3] ایضاً۔ [4] صفوۃ الصفوہ ۱۲۔

بعد ہی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم زنان خانے میں تشریف لے آئے۔ میں نے آپ کے سامنے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص ان لڑکیوں کی پرورش میں ذرا بہت بھی مبتلا کیا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو یہ لڑکیاں اس کے لئے دوزخ کی آڑ بن جائیں گی [۱]

ایک مرتبہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زنان خانے میں ایک بکری ذبح کی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ بکری کا کیا ہوا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ (سب صدقہ کر دی گئی) صرف اس کا ہاتھ باقی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (واقعہ یہ ہے کہ) اس کے علاوہ سب باقی ہے [۲] (مطلب یہ تھا کہ جو اللہ کی راہ میں دے دیا گیا باقی وہی ہے اور جو ابھی ہمارے پاس ہے اس کو باقی کہنا درست نہیں۔ کما قال اللہ عزوجل:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ط۔

خوفِ خدا اور فکرِ آخرت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا عابدہ زاہدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالٰی سے بہت زیادہ ڈرنے والی اور آخرت کی بہت فکر رکھنے والی تھیں۔

ایک مرتبہ دوزخ یاد آ گئی تو رونا شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب پوچھا تو عرض کیا مجھے دوزخ کا خیال آ گیا اس لئے رو رہی ہوں [۳]

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے دربارِ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب سے آپ نے منکر نکیر کی (ہیبت ناک آواز) کا اور قبر کے بھینچنے کا ذکر فرمایا ہے اس وقت سے مجھے کسی چیز سے تسلی نہیں ہوتی (اور دل کی پریشانی دور نہیں ہوتی) آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! منکر نکیر کی آواز مومن کے کانوں میں ایسی معلوم ہوتی ہے (جیسے آنکھوں میں سرمہ) اور قبر کا مومن کو دبانا ایسا ہوتا ہے جیسے کسی کے سر میں درد ہو اور اس کی شفقت والی ماں آہستہ آہستہ دبائے اور وہ اس سے آرام

---

[۱] مشکوٰۃ شریف۔ [۲] ایضاً۔ [۳] مشکوٰۃ ۱۲۔

وراحت پائے (پھر فرمایا کہ):

اے عائشہؓ اللہ کے بارے میں شک کرنے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے اور وہ قبر میں اس طرح بھینچے جائیں گے جیسے انڈے پر پتھر رکھ کر دبا دیا جائے [۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز میرے پاس ایک یہودی عورت اندر گھر میں آئی اور اس نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا۔ ذکر کرتے کرتے اس نے مجھ سے کہا کہ اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (اللہ تعالیٰ تجھے قبر کے عذاب سے پناہ میں رکھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ عذاب قبر حق ہے۔ اس کے بعد میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے [۲]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالہ جان کی بے پناہ فیاضی دیکھ کر ایک دفعہ (کسی کے سامنے یوں) کہہ دیا کہ یا تو وہ اتنے خرچ سے خود ہی رُک جائیں ورنہ ان کا ہاتھ خرچ سے روک دوں گا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ بات پہنچی تو فرمایا اچھا عبداللہ نے ایسا کہا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا میں نے نذر مان لی کہ زبیرؓ کے بیٹے سے کبھی نہ بولوں گی۔ اس کے بعد عرصہ تک بول چال بند رکھی۔ پھر مشکل سے مسورؓ بن مخرمہ اور عبدالرحمٰنؓ ابن الاسود کے کہنے سُننے کے بعد ان سے بولنا شروع کیا اور نذر کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے اور جب کبھی نذر کے توڑ دینے کا خیال آجاتا تو روتے روتے اپنا دوپٹہ تر کر لیتی تھیں [۳] اور نذر کے ٹوٹ جانے پر مواخذہ سے ڈرتی تھیں اور گو نذر کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرنا کافی ہے لیکن ان کو خوف خدا اس قدر لگا ہوا تھا کہ بار بار غلام آزاد کرتی تھیں کہ شاید اب خطا معاف ہو جائے شاید اب خطا معاف ہو جائے۔

---

[۱] شرح الصدور ۱۲۔ [۲] بخاری و مسلم ۱۲۔ [۳] صفۃ الصفوۃ ۱۲۔

ایک بہت بڑا بہتان
اور
اللہ جل شانہٗ کی طرف سے برأت کا اعلان

حدیث شریف کی کتابوں میں اور خصوصاً بخاری شریف میں یہ واقعہ غیر معمولی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی المصطلق کے لئے تشریف لے گئے تو بیویوں میں قرعہ ڈالا کہ کس کو ساتھ لے جائیں۔ نتیجۃً امہات المومنین میں سے حضرت عائشہؓ کا نام نکل آیا اور وہ آپؐ کے ساتھ روانہ ہو گئیں اور معمول یہ تھا کہ حضرت عائشہؓ اپنے ہودج (پردہ دار شغدف) میں سوار ہو جاتی تھیں اور اس ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جاتا تھا۔ غزوہ سے فراغت کے بعد مدینہ طیبہ کو واپس ہوتے ہوئے ایک رات یہ واقعہ پیش آیا کہ قافلہ ایک منزل میں ٹھہرا اور آخر شب میں روانہ ہونے سے کچھ پہلے اعلان کیا گیا کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے (تاکہ لوگ اپنی اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو کر روانگی کے لئے تیار ہو جائیں) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قضائے حاجت کی ضرورت تھی اس سے فراغت کے لئے جنگل کی طرف ذرا فاصلہ پر چلی گئیں وہاں اتفاقاً ان کا ہار ٹوٹ کر گر گیا جس کے گرنے کا وہاں پتہ نہ چلا، اپنی جگہ پر واپس آئیں تو گلے میں ہار نہ پایا کر اس جگہ واپس گئیں جہاں ہار گرا تھا، اس کی تلاش میں ان کو دیر لگ گئی جب واپس اپنی جگہ پہنچیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے جس اونٹ پر سوار ہوا کرتی تھیں اس کا قصہ یہ ہوا کہ جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو معمول کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہودج یہ سمجھ کر کہ وہ اس میں موجود ہیں اونٹ پر سوار کر دیا گیا۔ اٹھاتے وقت ذرا بھی اس امر کا شبہ نہ ہوا کہ اس میں حضرت صدیقہ نہیں ہیں کیونکہ وہ جسم کے اعتبار سے بھاری نہ تھیں معمولی خوراک کھاتی تھیں، بدن میں معمولی سا بوجھ تھا اس کی وجہ

سے ہودج اٹھانے والوں کو یہ اندازہ ہی نہ ہوا کہ ہودج خالی ہے۔ چنانچہ اونٹ کو ہانک دیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی جگہ واپس آکر قافلہ کو نہ پایا۔ میں قافلہ کے پیچھے دوڑنے یا اِدھر اُدھر تلاش کرنے کے بجائے اپنی جگہ چادر اوڑھ کر بیٹھ گئی اور خیال کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوگا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو مجھے اسی جگہ تلاش فرمالیں گے اگر اِدھر اُدھر کہیں اور جگہ جاتی ہوں تو تلاش میں مشکل ہوگی۔ اس لئے اپنی جگہ چادر میں لپٹ کر بیٹھ گئی۔ آخر رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا میں لیٹ کر آنکھ لگ گئی۔

صفوان بن معطل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدمت کے لئے پہلے سے مقرر فرما رکھا تھا کہ وہ قافلہ کے پیچھے رہیں اور قافلہ روانہ ہونے کے بعد گری پڑی جو کوئی چیز رہ گئی ہو اس کو اٹھا کر محفوظ کر لیا کریں۔ اس منزل سے پہلے جس جگہ منزل کی تھی وہ وہاں سے آرہے تھے۔ سفر کرتے ہوئے صبح کے وقت اس جگہ پہنچے جہاں میں موجود تھی ابھی روشنی پوری نہ ہوئی تھی انہوں نے دور سے اتنا دیکھا کہ کوئی آدمی پڑا سو رہا ہے قریب آئے تو مجھے پہچان لیا کیونکہ انہوں نے پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ (مجھے پہچان کر، اور جنگل بیابان میں تنہا دیکھ کر) انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا۔ اس کے پڑھنے کی آواز کان میں پہنچی تو میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے فوراً اپنی بڑی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانک لیا، خدا کی قسم انہوں نے مجھ سے ایک بات بھی نہیں کی اور نہ میں نے ان سے کوئی کلمہ سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کے سنا۔

اس کے بعد حضرت صفوانؓ اپنی اونٹنی میرے قریب لائے اور اونٹنی بٹھا دی اور پشت پھیر کر کھڑے ہوگئے۔ میں اونٹنی پر سوار ہوگئی، اس کے بعد اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے آگے چلتے رہے۔ حتیٰ کہ دوپہر کے وقت وہاں پہنچ گئے جہاں لشکر ہم سے پہلے پڑاؤ ڈال چکا تھا، بس کچھ لوگوں نے بُری بات کی تہمت لگادی اور اسے اچھالنا شروع کردیا تہمت کے لگانے اور اچھالنے میں سب سے بڑا حصہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کا تھا (جو منافقوں کا سردار تھا)۔

لشکر وہاں سے روانہ ہوا اور سفر سے واپس لشکر مدینہ منورہ پہنچا۔ مدینہ پہنچ کر میں ایک ماہ تک بیمار رہی۔ اس عرصے میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا لوگوں میں چرچا ہوتا رہا اور مجھے کچھ خبر نہ ہوئی۔ البتہ اس عرصہ میں یہ بات کھٹکتی تھی کہ حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس سے قبل میری بیماری میں جس لطف و مہربانی کا برتاؤ فرماتے تھے آج کل اس لطف و مہربانی کا انداز نہیں ہے بس یہ ہوتا تھا کہ آپ گھر میں تشریف لاتے اور سلام فرماتے پھر (مجھے خطاب کئے بغیر) دوسروں سے دریافت فرماتے تھے کہ اس کا کیا حال ہے؟

مجھے یہ چیز کھٹکتی تھی اور تہمت والی بات کا مجھے پتہ نہ تھا۔ اوّل تو مرض، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے التفاتی، اس کی وجہ سے میں بہت کمزور ہو گئی۔ اسی دوران ایک رات کو مسطح صحابی کی والدہ اُمِ مسطح کو ساتھ لے کر میں نے قضاء حاجت کے لئے باہر جانے کا ارادہ کیا کیوں کہ اس وقت گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا اور عورتیں صرف رات کو قضائے حاجت کے لئے باہر جاتی تھیں۔ جب میں قضاءِ حاجت سے فارغ ہو کر مسطح کی والدہ کے ساتھ گھر کی طرف آنے لگی تو ان کا پاؤں چادر میں اُلجھ گیا جس کی وجہ سے وہ گر پڑیں، اس وقت اُن کی زبان سے یہ کلمہ نکلا تَعِسَ مِسْطَحٌ یعنی مسطح ہلاک ہو۔

ان کی زبان سے اپنے بیٹے کے لئے بددُعا کا کلمہ سُن کر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ میں نے کہا کہ یہ بہت بُری بات ہے کہ تم ایک نیک آدمی کو بُرا کہتی ہو جو غزوہ بدر میں شریک تھا یعنی ان کا بیٹا مسطح۔

اس پر انہوں نے تعجب سے کہا کہ بیٹی کیا تجھے خبر نہیں کہ (میرا بیٹا) مسطح کیا کہتا پھرتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ اس پر انہوں نے تہمت والی بات سنائی۔ یہ سن کر میرا مرض اور بڑھ گیا۔ جب میں گھر واپس آئی اور حسبِ معمول رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو سلام کیا اور اسی طریقہ پر مزاج پُرسی فرمائی کہ اس کا کیا حال ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ اپنے والدین کے

گھر چلی جاؤں، آپ نے اجازت دے دی، وہاں جانے سے میرا مقصد یہ تھا کہ والدین سے اس معاملہ کی تحقیق کروں۔ میں نے جاکر والدہ سے پوچھا انہوں نے تسلی دی کہ بیٹا! تجھ جیسی عورتوں کے دشمن ہوا کرتے ہیں اور ایسی چیزیں اس عورت کے لئے پیش آیا کرتی ہیں جو اپنے شوہر کے نزدیک حسن وجمال میں حیثیت رکھتی ہو اگر اس کی نظر میں چڑھی ہوئی ہو تو سوکنوں کی طرف سے کثرت سے ایسی چیزیں پیش آتی ہیں۔ لہٰذا زیادہ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں معاملہ یوں ہی رفع دفع ہو جائے گا۔ میں نے کہا سبحان اللہ! لوگوں میں اس کا چرچا ہو چکا ہے میں اس پر کیسے صبر کروں؟ میں ساری رات روتی رہی، نہ میرے آنسو تھمے نہ آنکھ لگی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی چونکہ اس خبر کے پھیلنے سے بہت غمگین تھے اور اس بارے میں اب تک کوئی وحی نازل نہ ہوئی تھی۔ اس لئے آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ سے جو دونوں گھر ہی کے آدمی تھے مشورہ لیا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے تو کھل کر عرض کیا جہاں تک ہمارا علم ہے ہمیں عائشہؓ کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ان کی کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کی راہ پیدا ہو آپ ان افواہوں کی کچھ پرواہ نہ فرمائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے (آپ کو غم واضطراب سے بچانے کے لئے) یہ مشورہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کچھ تنگی نہیں فرمائی۔ عورتیں اور بہت ہیں اور گھر کی باندی سے تحقیق فرمالیں۔

چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ سے پوچھ گچھ فرمائی (جو حضرت عائشہؓ کی باندی تھیں) انہوں نے عرض کیا کہ اور تو کوئی بات عیب کی مجھے ان میں نظر نہیں آئی سوائے اس کے کہ وہ نو عمر لڑکی ہے۔ بعض اوقات آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے بکری

اللہ کی قسم میں تو عائشہؓ کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیویوں میں ایک زینب ہی ایسی تھیں جو میرے مقابلہ میں فخریہ بات کرلیتی تھیں، اللہ جل شانہٗ نے ان کے تقوے کی وجہ سے تہمت میں شریک ہونے سے بچالیا اور ان کی بہن حمنہ ان کی وجہ سے مدمقابل بن کر کھڑی ہوگئی اور تہمت میں حصہ لے لیا۔

(اس کے بعد حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد میں خطبہ دینا اور تہمت گھڑنے والوں اور افواہ پھیلانے والوں کی شکایت فرمانا اور حاضرین کا سوال وجواب مذکور ہے۔) آگے کا قصہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوں بیان فرمایا کہ مجھے یہ سارا دن پھر دوسری رات بھی روتے ہوئے گذری۔ صبح کو سویرے میرے والدین بھی میرے پاس آگئے اور میں اس قدر رو چکی تھی کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے اور جب سے یہ قصہ پھیلا تھا اس وقت سے آپ میرے پاس آکر نہ بیٹھے تھے اور ایک ماہ کا عرصہ گذر چکا تھا جس میں میرے اس موجودہ معاملہ میں آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ اس موقعہ پر آپ نے خطبہ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ اے عائشہؓ! مجھے تمہارے بارے میں یہ باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تم بری ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ تمہیں بری کر دیں گے (یعنی برأت کا اظہار بذریعہ وحی نازل فرما دیں گے) اور اگر تم سے کوئی لغزش ہوگئی ہے تو اللہ سے توبہ واستغفار کرو۔ کیوں کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرکے توبہ کرلیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کلام پورا فرمالیا تو میرے آنسو بالکل خشک ہوگئے۔ حتیٰ کہ میں نے محسوس کیا کہ آنکھوں میں ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ میں نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیجئے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے عذر کیا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں، پھر میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ آپ جواب دیجئے۔ انہوں نے بھی عذر کر دیا کہ میں کیا کہہ سکتی ہوں۔

اب مجبور ہو کر مجھے ہی بولنا پڑا۔ میں ایک کم عمر لڑکی تھی اب تک قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھ سکی تھی۔ اس وقت اس رنج وغم اور انتہائی صدمہ میں جبکہ اچھے اچھے عقلاء کے لئے بھی معقول بات کرنا آسان نہیں ہوتا حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے جو کچھ فرمایا وہ ان کی ہوشمندی اور عقلمندی اور ہمّت ومتانت کا ایک نمونہ ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور اپنے والدین سے مخاطب ہوتے ہوئے عرض کیا کہ بخدا مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ حضرات نے اس بات کو سُنا اور سُنتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور آپ نے اس کی (عملاً) تصدیق کر دی۔ اب اگر میں کہتی ہوں کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ حضرات میری تصدیق نہ کریں گے اور اگر میں ایسے کام کا اعتراف کر لوں جس سے میرا بری ہونا اللہ جل شانہٗ کو معلوم ہے تو آپ حضرات مان لیں گے۔ واللہ اب میں اپنے اور آپ حضرات کے بارے میں کوئی مثال بجز اس کے نہیں پاتی جو یوسف علیہ السّلام کے والد نے اپنے بیٹوں کی غلط بات سُن کر فرمائی تھی کہ میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں اور اللہ سے اس معاملے میں مدد طلب کرتا ہوں جو تم بیان کر رہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اتنی بات کہہ کر میں وہاں سے ہٹ کر اپنے بستر پر جا لیٹی، واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے یقین تھا کہ جیسا کہ میں فی الواقع بری ہوں اللہ تعالےٰ ضرور میری برأت کا اظہار فرما دیں گے لیکن یہ ذرا بھی خیال نہ تھا کہ میرے اس معاملہ میں کلام اللہ کی آیات نازل ہوں گی جو ہمیشہ تلاوت کی جائیں گی۔ کیونکہ میں اپنی حیثیت اس سے بہت کم سمجھتی تھی۔ مجھے یہ امید تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا خواب دیکھ لیں گے جس میں اللہ جل شانہٗ کی جانب سے میری برأت ظاہر کر دی جائے گی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی اس مجلس سے اُٹھے بھی نہ تھے اور گھر والوں میں سے کوئی گھر سے باہر نہیں نکلا تھا کہ آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزولِ وحی کے وقت ہوا کرتی تھی جس سے سردی کے زمانے میں آپ کی پیشانی مُبارک سے

پسینہ پھوٹنے لگتا تھا جب یہ کیفیت رفع ہوئی اور اس وقت جو وحی اللہ جل شانہٗ نے بھیجی وہ پوری ہوئی تو حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنستے ہوئے سب سے پہلا کلمہ جو فرمایا وہ یہ تھا یَاعَائِشَۃُ اَحمَدِی اللہَ اَمَّا اللہُ فَقَد بَرَّاَکِ یعنی اے عائشہؓ! اللہ کی تعریف کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بری کر دیا۔ میرے والدین نے کہا کھڑی ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو اور آپؐ کا شکریہ ادا کرو۔ اس وقت میں بہت زیادہ غصّہ میں تھی۔ میں نے کہا کہ میں اس معاملہ میں نہ آپؐ کے پاس حاضر ہوتی ہوں نہ اللہ کے سوا کسی کا احسان مانتی ہوں۔ میں صرف اپنے رب کا شکر ادا کرتی ہوں اسی نے میری برأت نازل فرمائی ہے، نہ میں آپؐ کی تعریف کرتی ہوں نہ آپ لوگوں کی تعریف کرتی ہوں۔ آپ لوگوں نے تو بات سن کر اس کی مخالفت کی ہی نہ تھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کے سلسلہ میں سورۃ نور کی دس آیات نازل ہوئیں[1] جو اس سورت کے دوسرے رکوع سے شروع ہیں جن میں پہلی آیت یہ ہے۔

اِنَّ الَّذِینَ جَآءُوا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○ (۲۴:۱۱)

جن لوگوں نے یہ تہمت لگائی وہ تمہارے اندر ایک چھوٹا سا گروہ ہے تم اس بہتان کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ (انجام کے اعتبار سے) تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے۔ ان میں سے ہر شخص کو جتنا اس نے کچھ کیا اس کا گناہ ہوا اور ان میں سے جس نے اس بہتان میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اس کے لئے بہت بڑی سزا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تہمت لگانے کے سلسلے میں عبداللہ بن ابی ابن سلول اور حضرت حسانؓ اور حضرت مسطحؓ اور حضرت حمنہ بنت جحشؓ کا نام حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ ان میں عبداللہ بن اُبی سلول تو منافقوں کا سردار تھا اور اس

---

[1] جمع الفوائد ۱۲۔

نے اس قصہ کو آگے بڑھایا اور خوب اچھالا تھا اور حضرت مسطحؓ اور حضرت حسانؓ اور حضرت حمنہؓ (عورت) یہ تینوں مسلمان تھے لیکن منافقوں کی باتوں میں آکر یہ بھی ان کے ساتھ لگ لئے تھے۔

قرآنی ضابطہ کے مطابق تہمت لگانے والوں کے ذمہ گواہ پیش کرنا تھا لیکن وہ ایک بالکل ہی بے بنیاد خبر کو لئے پھرتے تھے گواہ کہاں سے لاتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت لگانے والوں پر شرعی ضابطہ کے مطابق حدِ قذف یعنی تہمت لگانے کی سزا جاری فرمائی اور اسّی اسّی کوڑے لگائے۔ تہمت لگانے کی یہ سزا بھی سورۂ نور کے پہلے رکوع میں مذکور ہے۔

آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے جن میں منافقین بھی تھے جو مارِ آستین بنے ہوئے تھے آپ کے خلاف اپنی ساری تدبیریں صرف کر ڈالیں اور آپ کو ایذا پہنچانے کی جو جو صورتیں کسی کے ذہن میں آسکتی تھیں وہ سب ہی اختیار کر لیں ان کی طرف سے جو ایذائیں آپ کو پہنچی ہیں ان میں شاید یہ آخری سخت اور روحانی ایذا تھی کہ ازواجِ مطہرات میں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں اور جو مقدس ترین خاتون تھیں ان پر اور ان کے ساتھ حضرت صفوان بن معطلؓ جیسے مقدس صحابی پر عبداللہ ابن ابی منافق نے تہمت گھڑی پھر اس کو رنگ دیا اور پھیلایا۔ اس بے اصل اور بے دلیل ہوائی تہمت کی وجہ سے حضرت ام المومنینؓ اور خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو روحانی ایذا پہنچی تھی حق تعالےٰ شانہٗ نے اس کے ازالہ اور صدیقہؓ کی براءت کے لئے وحی الٰہی کے کسی اشارہ پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ قرآن کے تقریباً دو رکوع نازل فرمائے اور جو کوئی ایسی تہمت گھڑنے یا جو شخص اس کے تذکرے میں حصہ لے ان سب کے لئے عذابِ دنیا اور عذابِ آخرت کی وعیدیں نازل فرمائیں۔

درحقیقت اس واقعۂ افک نے حضرت صدیقہؓ کی عفت و تقدس کے ساتھ ان کی اعلیٰ عقل و فہم کے کمالات کو بھی روشن کر دیا۔ اسی لئے اس واقعہ میں جو آیات مذکور ہیں ان میں سب سے پہلی آیت میں حق تعالےٰ نے فرمایا کہ اس حادثہ کو اپنے لئے شر نہ

سمجھو بلکہ یہ تمہارے لئے خیر ہے، اس سے بڑی خیر کیا ہو گی کہ اللہ تعالےٰ نے آیت قرآنیہ نازل فرما کر ان کی پاکی اور نزاہت کی شہادت دی جو قیامت تک تلاوت کی جائیں گی۔

ضابطہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ جیسے ہی کچھ لوگوں نے تہمت لگائی تھی اسی وقت ان سے گواہ طلب کئے جاتے اور گواہ پیش نہ کرسکنے پر فوراً سزا جاری کر دی جاتی لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا بلکہ وحی کا انتظار فرمایا، اگر گواہوں کا مطالبہ فرما کر چٹ پٹ سزا جاری فرما دیتے تو ممکن تھا کہ لوگوں کے دلوں میں یہ بدگمانی پیدا ہو جاتی کہ دیکھو اپنے گھر کا معاملہ ہے۔ اس کو سزا دے کر دبا رہے ہیں، ایسا یقین کرنے والے کافر ہو جاتے۔ آپؐ نے ان کا ایمان بچانے کے لئے خود صدمہ اٹھایا اور رنج و کرب کے پہاڑ برداشت کئے اور جب بذریعہ وحی براءت نازل ہوئی تو سزا جاری فرمائی۔ فصلی اللہ علیہ وأصحابہ وازواجہ وآلہٖ ۔

آخر میں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ اگر کسی کی بیوی پر کوئی آدمی تہمت لگا دے اور وہ جھوٹی بھی ثابت ہو جائے تب بھی وہ شخص اس کا چرچا پسند نہ کرے گا اور نہ اُسے اپنی کتاب میں جگہ دے گا۔ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے۔ اس بات کے سمجھ لینے سے ہر صاحب ہوش و گوش یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی کتاب نہیں ہے۔ اگر یہ کتاب ان کی اپنی بنائی ہوئی ہوتی تو اوّل براءت کا اعلان فرمانے کے لئے انتظار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مہینہ سوا مہینہ کا انتظار کیوں فرماتے اور مصیبت و پریشانی میں کیوں مبتلا ہوتے پھر ان آیات کو کتاب میں کیوں شامل فرماتے جن میں آپؐ کی چہیتی بیوی پر تہمت کا تذکرہ ہے؟

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے جو وحی آتی تھی آپؐ اس کے چھپانے کا اختیار نہیں رکھتے تھے جو کچھ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے نازل ہوتا تھا اس کی تعلیم دیئے بغیر چارہ نہ تھا۔ آپؐ اللہ کی جانب سے مامور تھے اگر آپ کو کوئی آیت قرآن سے کم کرنے کا اختیار ہوتا تو ان آیات کو کتاب اللہ میں شامل ہی نہ رہنے دیتے۔ تہمت کا جو واقعہ پیش آیا۔ اس کے بارے میں آیات نازل ہوئیں۔ ان سے احکام معلوم

ہوئے۔ اہلِ ایمان کو طرح طرح کی ہدایات ہیں اور نصیحتیں حاصل ہوئیں۔ یہ سب خیر ہی خیر ہے۔ والحمد للہ علیٰ ما انعم۔

وفات

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات منگل کی شب ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ میں ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا سن وفات ۵۷ھ ہے۔ مرض الوفات میں جو لوگ مزاج پرسی کو آتے اور بشارت دیتے تو (آخرت کے حساب کے ڈر سے) فرماتیں، کاش میں پتھر ہوتی۔ کاش کسی جنگل کی گھاس ہوتی۔ اسی زمانے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے خصائل و مناقب ذکر کیے تو فرمایا اے ابن عباس مجھے رہنے دو۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تو یہ پسند کرتی ہوں کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی۔

وفات ہوجانے پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ عائشہؓ کے لئے جنّت واجب ہے اور یہ بھی فرمایا کہ خدا اُن پر رحمت کرے وہ اپنے باپ کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری تھیں۔ وفات کے قریب وصیت فرمائی کہ میں رات ہی دفن کر دی جاؤں۔ چنانچہ وتر نماز کے بعد جنت البقیع کے سپرد کر دی گئیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور دفن کے لئے ان کے حقیقی بھانجے حضرت عبداللہؓ اور عروہؓ اور ان کے بھائی کے بیٹے قاسم رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن محمد بن ابی بکر اور دوسرے بھائی کے بیٹے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم قبر میں اترے اور ان کو دفنایا[1]۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

---

[1] الاصابہ والاستیعاب ۱۲

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ سے نکاح فرمایا ان دونوں میں پہلے کس سے نکاح ہوا؟ اس میں سیرت لکھنے والوں کا اختلاف ہے۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ البدایہ میں مسند امام احمدؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا کہ:-

وکانت اول امرأۃ تزوجہا بعدی۔ میرے بعد سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سے نکاح فرمایا وہ سودہ تھیں۔

پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کرانے میں حضرت خولہ بنت حکیم کی کوشش کو بڑا دخل ہے۔ وہ پہلے تو حضرت عائشہؓ کے والدین کے پاس گئیں اور آخر ان کی کوشش کامیاب ہوئی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہؓ کا نکاح ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت سودہ کے پاس پہنچیں اور ان سے کہا کہ تمہیں خبر بھی ہے اللہ نے کس خیر و برکت کا تمہارے ساتھ ارادہ فرمایا ہے؟ انہوں نے سوال کیا وہ کیا؟ حضرت خولہؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تمہیں آپ کی طرف سے نکاح کا پیغام دوں۔ حضرت سودہؓ نے کہا کہ میرے والد سے اس کا تذکرہ کرو۔ یہ سن کر حضرت خولہؓ ان کے والد کے پاس پہنچیں اور ان کو سلام کیا۔ انہوں نے پوچھا یہ سلام کرنے والی کون ہیں؟ جواب دیا حکیم کی بیٹی خولہ ہوں۔ پوچھا کیسے آنا ہوا؟ جواب دیا محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیغام لے کر آئی ہوں کہ سودہ کا نکاح ان سے ہو جائے۔ انہوں نے جواب دیا موقع اچھا ہے آدمی بہت مناسب ہیں مگر یہ بتاؤ کہ سودہ کی کیا رائے ہے؟ حضرت خولہؓ نے جواب دیا کہ سودہ راضی ہیں۔ انہوں نے کہا اچھا ذرا اس کو بلاؤ۔ میں اس سے پوچھ لوں چنانچہ

وہ حضرت سودہؓ کو بلا لائیں۔ حضرت سودہؓ کے والد نے بیٹی سے دریافت کیا کہ اے بیٹیا یہ کہتی ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ نے مجھ سے نکاح کرنے کے لئے اپنا پیغام بھیجا ہے میرے نزدیک جگہ بہت مناسب ہے کیا تیری خوشی ہے کہ میں تیرا نکاح ان سے کر دوں؟ حضرت سودہؓ نے جواب دیا جی ہاں میری تو رائے ہے۔ یہ سن کر حضرت سودہؓ کے والد نے حضرت خولہؓ سے کہا اچھا ان کو بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لائیں اور حضرت سودہؓ کے والد نے اپنی بیٹی کا نکاح آپؐ سے کر دیا۔ حضرت سودہؓ کے بھائی عبد بن زمعہ اس وقت موجود نہ تھے جب وہ گھر آئے اور اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اسے بہت بڑا واقعہ سمجھ کر سر پر خاک ڈال لی کہ یہ کیا غضب ہو گیا؟ اس وقت وہ کافر تھے بعد میں جب اسلام قبول کیا تو اپنی اس نادانی پر بہت افسوس کیا کرتے تھے کہ میری بہن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور میں نے اسے ایسا واقعہ سمجھا کہ اظہار رنج کے لئے سر پر خاک ڈال لی۔[1]

نکاح کے بعد حضرت سودہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر تشریف لے آئیں اور حضرت خدیجہؓ کے بعد نبوت کے گھر کی دیکھ بھال ان کے سپرد ہوئی۔

حضرت سودہؓ کے والد کا نام زمعہ اور والدہ کا نام شموس تھا۔ پہلے ان کا نکاح ان کے چچیرے بھائی حضرت سکران بن عمروؓ سے ہوا تھا۔ دونوں میاں بیوی سابقین اوّلین میں سے تھے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان ہو گئے تھے اور مشرکین مکہ کی اذیتوں سے تنگ آکر جو مسلمان حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے ان میں یہ دونوں میاں بیوی بھی تھے حبشہ سے واپس ہو کر مکہ مکرمہ میں حضرت سکرانؓ کی وفات ہو گئی اور حضرت سودہؓ بیوہ ہو گئیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔[2] پہلے شوہر نے ایک لڑکا چھوڑا تھا جن کا نام عبدالرحمان تھا انہوں نے جوانی کی عمر پائی اور جنگ جلولا (فارس) میں اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہادت کا جام پیا۔[3]

ہجرت حضرت سودہؓ سے نکاح کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین سال تک مکہ معظمہ میں رہے پھر جب اللہ جل شانہ کی طرف سے ہجرت کی اجازت مل گئی تو

---

[1] البدایہ ۱۲ [2] ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت سکران نے حبشہ ہی میں وفات پائی۔ کما فی التہذیب ۱۲

[2] البدایہ والاستیعاب ۱۲ [3] زرقانی ۱۲

حضرت صدیق اکبرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور دونوں حضرات اپنے اہل وعیال کو مکہ ہی میں چھوڑ گئے جن میں حضرت سودہؓ بھی تھیں۔ مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بنؓ حارثہ اور ابورافعؓ کو دو اونٹ دے کر بھیجا تاکہ حضرت فاطمہ زہرؓا اور ام کلثومؓ اور حضرت سودہؓ کو لے آئیں۔ چنانچہ وہ ان کو لے آئے اور حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ اپنے کنبہ کو ان کے ساتھ لے گئے جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔[1]

قد وقامت

حضرت سودہؓ کا قد مبارک لانبا تھا۔ جسم بھاری تھا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ جسم بھاری ہونے کی وجہ سے ان کو اجازت دے دی تھی کہ مزدلفہ سے اور لوگوں سے قبل روانہ ہوجائیں تاکہ اژدہام سے تکلیف نہ ہو۔[2]

عبادت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری

حضرت سودہؓ کے متعلق البدایہ میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

وکانت ذات عبادۃ وورع وزھادۃ — عبادت اور تقویٰ اور زہد والی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر میں بیٹھنا۔ اس پر حضرت سودہؓ نے اس پختی سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کو بھی نہ گئیں۔ فرماتی تھیں کہ میں حج وعمرہ دونوں کر چکی ہوں اب خدا کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں:۔

ما من امراۃ احد احب الی ان اکون فی مسلاخھا من سودۃ الا ان فیھا حدۃ تسرع منھا البغتۃ	حضرت سودہؓ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ میں اس کے قالب میں ہوتی ان میں صرف اتنی بات تھی کہ مزاج میں تیزی تھی جو ظاہر ہوجاتی تھی اور جلدی چلی جاتی تھی۔[3]

---

[1] الاستیعاب وغیرہ ۱۲ ۔ [2] الاصابہ وغیرہ ۔ [3] مسلم وغیرہ ۱۲

ظرافت حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں ظرافت بھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی ہنسادیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ عرض کیا کہ کل رات میں نے آپ کے پیچھے نفل نماز پڑھی۔ باوجودیکہ میں ساتھ تھی آپ نے (اتنا لمبا) رکوع کیا جس سے مجھے نکسیر پھوٹ جانے کا خوف ہوگیا اور میں نے اس کے ڈر سے ناک پکڑ لی۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی۔[1]

سخاوت اللہ جل شانہ نے حضرت سودہؓ کو صفت سخاوت سے بھی نوازا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان کی خدمت میں ایک تھیلی بھیجی جس میں کافی رقم تھی۔ لانے والے سے پوچھا اس میں کیا ہے؟ عرض کیا درہم ہیں۔ فرمایا (درہم) جو کھجوروں کی طرح تھیلی میں بھرے ہوئے ہیں؟ یہ فرما کر ان سب کو تقسیم فرما دیا۔[2]

ازواجِ مطہرات میں حشر ہونے کی تمنّا حضرت سودہؓ بوڑھی ہوگئی تھیں۔ ان کو خیال ہوا کہ کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے طلاق[ع] نہ دے دیں لہٰذا عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے شوہر والی خواہش تو ہے نہیں آپ مجھے اپنے نکاح میں رکھیں اور میری باری کا دن عائشہؓ کو دے دیا کریں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کی بیویوں میں قیامت کے روز میرا حشر ہو۔ چنانچہ آپؐ نے منظور فرمالیا۔ لہٰذا یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ[3] (۴: ۱۲۸)	اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال نامناسب رویہ یا بے پروائی کا ہو سو دونوں کو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طور پر صلح کرلیں اور صلح بہتر ہے۔

---

[1] اصابہ عن ابن سعد ۱۲۔ [2] ایضاً ۱۲۔ [ع] یہ روایت ترمذی شریف کی ہے (کما فی الاصابہ) کہ حضرت سودہؓ کو طلاق کا خطرہ ہوگیا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے ان کو طلاق دی تھی اس پر انہوں نے یہ عرض کیا کہ میں آپ کی ازواج میں شمار ہوکر قیامت میں اٹھنا چاہتی ہوں لہٰذا آپؐ نے رجوع فرمالیا ۱۲۔ [3] الاصابہ وغیرہ ۱۲۔

مجمع الزوائد میں یہ بھی ہے کہ حضرت سودہؓ نے عرض کیا کہ میں آپ کی بیویوں کے ساتھ اپنا حشر چاہتی ہوں تاکہ جو ثواب ان کو ملے مجھے بھی ملے۔

حضرت سودہؓ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دے دیا تھا جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں (جبکہ نو بیویاں بیک وقت آپ کے نکاح میں تھیں) آٹھ بیویوں کے پاس باری باری سے رات گذارا کرتے تھے [1] یعنی حضرت عائشہؓ کو دو رات باقی ازواج کو ایک ایک رات دیا کرتے تھے۔

نزولِ حجاب

حضرت فاروق اعظمؓ اس بات کو بہت چاہتے تھے کہ عورتوں کے لئے پردہ کا حکم نازل ہو جائے خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ کے پردہ کے بہت ہی خواہاں تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (وحی کے بغیر) اس حکم کو جاری نہ فرما رہے تھے اور آپ کی بیویاں (دیگر صحابیات کی طرح) رات کے وقت قضائے حاجت کے لئے جنگل جایا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ رات کو حضرت سودہؓ اسی مقصد کے لئے نکلیں راستہ میں حضرت عمرؓ مل گئے چونکہ حضرت سودہؓ کا قد لانبا تھا لہٰذا حضرت عمرؓ نے ان کو پہچان لیا۔ اگرچہ وہ کپڑوں میں اچھی طرح لپٹی تھیں۔ پھر بھی قد کی وجہ سے پہچان ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے آواز دے دی اے سودہؓ ہم تمہیں پہچان گئے اور مقصد اس کہنے کا یہ تھا کہ کسی طرح پردہ کا حکم نازل ہو جائے چنانچہ اللہ تعالٰی نے پردہ کی آیت نازل فرما دی۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے جو انہوں نے کتاب الوضوء میں ذکر کی ہے۔ پھر کتاب التفسیر میں اس طرح نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد حضرت سودہؓ قضائے حاجت کے لئے نکلیں ان کا جسم بھاری اور قد خوب لانبا تھا جس کی وجہ سے ضرور پہچان لی جاتی تھیں۔ جاتے ہوئے ان کو عمر بن الخطابؓ نے دیکھ لیا اور کہا اے سودہؓ! اللہ کی قسم (باوجود کپڑوں میں خوب لپٹ جانے کے) تمہارا پردہ ہم سے اس طرح نہیں ہوتا ہے کہ ہم یہ بھی نہ پہچان سکیں کہ یہ کون ہیں اب تم غور کر لو کہ کیسے باہر نکلتی ہو۔ یہ سن کر حضرت سودہؓ واپس لوٹ آئیں اور آنحضرت صلی اللہ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں قضائے حاجت کے لئے نکلی تھی کہ راستہ میں عمرؓ مل گئے اور انہوں نے ایسا ایسا کہا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں موجود تھے رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے اور ہاتھ مبارک میں ہڈی تھی جس میں سے گوشت چھڑا کر کھانے میں مشغول تھے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اور آپ نے فرمایا کہ تم کو قضائے حاجت کے لئے نکلنے کی اجازت (اللہ کی طرف سے) دے دی گئی ہے۔ نزولِ وحی کے وقت وہ ہڈی آپ کے مبارک ہاتھ میں رہی۔

دونوں روایتوں کو ملا کر معلوم ہوتا ہے تو حضرت عمرؓ نے حضرت سودہؓ کو ٹوک کر پردہ کا حکم نازل کرایا اور اس کے بعد پھر زیادہ اہتمام کے لئے یہ بھی چاہتے تھے کہ قضائے حاجت کے لئے ازواجِ مطہرات جنگل کو نہ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ضرورت کی وجہ سے قضائے حاجت کے واسطے جنگل جانے کی اجازت دے دی۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب گھروں میں پاخانے نہیں بنے تھے۔ اس کے بعد جب پاخانے گھروں میں بن گئے تو جنگل جانا موقوف ہوگیا اور پردہ کا حکم بھی سب عورتوں کے لئے نافذ کر دیا گیا۔

وفات صاحب الاستیعاب لکھتے ہیں کہ حضرت سودہؓ کی وفات حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانۂ خلافت میں ہوئی اور یہی الاصابہ میں ابن ابی خثیمہ سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ :-

ویقال ماتت سنۃ اربع وخمسین	یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ۵۴ھ میں وفات
ورجحہ الواقدی (الاصابہ)	پائی اور واقدی نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔

حافظ ابنِ کثیرؒ نے بھی ابن جوزی کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی وفات ۵۴ھ ہی ذکر کی ہے اور آخر میں ابن خثیمہ کا قول بھی نقل کر دیا ہے کہ :-

توفیت فی آخر خلافۃ عمر بن الخطابؓ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

یہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی صاحبزادی تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ دوم تھے ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہوئیں۔ مدینہ منورہ میں ۳ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی۔ اس وقت ان کی عمر ۵ سال کی تھی[1] ان کے پہلے شوہر حضرت خنیس بن حذافہؓ تھے جو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد دونوں میں شریک ہوئے اور اُحد میں شہادت[2] پائی۔ اپنے سابق شوہر حضرت خنیسؓ کے ساتھ ہی مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تھی۔ ان کی شہادت ہو جانے کے بعد جب عدت ختم ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کیا جو حضرت عائشہؓ کی رخصتی کے بعد ہوا۔ حضرت حفصہؓ کو رشتہ داری کے اعتبار سے یہ شرف حاصل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اور حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حقیقی بہن ہیں جن کی روایات حدیث کی کتابوں میں بکثرت آتی ہیں۔ ان کی والدہ حضرت زینب بنت مظعونؓ اور ماموں حضرت عثمان بن مظعونؓ تھے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

حرم نبوت میں آنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے کا واقعہ حضرت حفصہؓ کے حقیقی بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ یوں بیان فرماتے تھے کہ خنیس بن حذافہؓ کی وفات کے بعد جو مدینہ میں وفات[3] پا گئے تھے۔ حفصہ بیوہ ہوگئیں تو والد صاحب ان کے نکاح کے لئے فکرمند ہوئے جیسے وہ خود بیان فرماتے تھے کہ اس سلسلہ میں

---

[1] کذا فی الاصابہ ۱۲ [2] حضرت خنیسؓ کی شہادت میں اختلاف ہے حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں شہادت پائی اور حافظ ابن حجرؒ اصابہ میں لکھتے ہیں کہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے چونکہ ان کی شہادت کی تعیین میں اختلاف ہے اس لئے اس میں بھی اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سنہ میں ان سے نکاح کیا چونکہ حافظ ابن حجرؒ ان کی شہادت احد میں بتاتے ہیں اسی لئے اس قول کو ترجیح دیتے ہیں کہ ۳ھ میں حرم نبوت میں آئیں ۲۔ [3] الاصابہ ۱۲

[3] زخم میدان جہاد میں آیا اور اسی کے اثر سے مدینہ منورہ میں وفات پائی ۱۲

میں حضرت عثمان بن عفانؓ سے ملا اور ان سے کہا تم چاہو تو اپنی لڑکی حفصہؓ کا تم سے نکاح کر دوں (یہ وہ دن تھے کہ حضرت عثمانؓ کو شادی کی ضرورت تھی ان کی اہلیہ کی وفات ہو گئی تھی) انہوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں غور کر کے بتاؤں گا۔ چنانچہ دو چار روز کے بعد جواب دے دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ ابھی نکاح نہ کروں۔ اس کے بعد میں ابوبکرؓ سے ملا اور ان سے کہا اگر تم چاہو تو اپنی لڑکی حفصہؓ سے تمہارا نکاح کر دوں؟ انہوں نے کچھ جواب نہ دیا اور بالکل خاموش ہو گئے مجھے دونوں حضرات کے رویہ سے رنج ہوا اور جتنا رنج ابوبکرؓ کی خاموشی سے ہوا اس قدر عثمان بن عفانؓ کے جواب سے نہ ہوا تھا۔

اس کے چند دن گذر جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نکاح کا پیغام بھیجا۔ لہٰذا میں نے حفصہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دے دی۔ جب یہ واقعہ ہو چکا تو حضرت ابوبکرؓ مجھ سے ملے اور کہا شاید تم کو رنج ہوا ہوگا جبکہ تم نے حفصہؓ کے نکاح کے متعلق مجھ سے کہا اور میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا جی ہاں رنج تو ضرور ہوا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ تمہاری پیشکش کے بارے میں جواب دینے سے مجھے صرف اس چیز نے روکا کہ مجھے تحقیقی طور پر معلوم ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہؓ سے اپنا نکاح کرنے کے بارے میں تذکرہ فرمایا تھا۔ لہٰذا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھید ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ہاں اگر آپ حفصہؓ سے نکاح کرنے کا ارادہ ملتوی فرما دیتے تو میں ان سے نکاح کر لیتا[1]

مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سات برس کے لگ بھگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں رہیں مزاج میں جسارت تھی اس لئے سوال کرنے سے اور بات کا جواب دینے سے نہیں ہچکچاتی تھیں۔ حضرت ام مبشر انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ کے پاس بیٹھی تھی اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا جنہوں نے مجھ سے (حدیبیہ کے موقع پر) درخت کے نیچے بیعت کی یہ سن کر حضرت حفصہؓ نے تعجب سے کہا اچھا! یہ آپ نے کیسے فرمایا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس کہنے پر ان کو جھڑک دیا۔ انہوں نے قرآن مجید کی

[1] بخاری شریف ۱۲

آیت پڑھ کر سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا یعنی تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا اس پر سے گذر نہ ہو، جب اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں تو آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ درخت کے نیچے حدیبیہ کے موقع پر بیعت کرنے والے دوزخ میں نہ جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے آگے یہ بھی تو فرمایا ہے ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں اس حال میں پڑا رہنے دیں گے کہ غم کی وجہ سے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔[1]

اس آیت میں پل صراط کا ذکر ہے جو دوزخ کی پشت پر قائم ہے۔ سب کو اس پر سے گذرنا ہوگا۔ پرہیزگار اور نیک بندے اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے جلدی یا آہستہ پل صراط سے گزر کر جنت میں پہنچ جائیں گے اور کافر کٹ کٹ کر اس میں ہمیشہ کے لئے گر جائیں گے اور پار نہ ہو سکیں گے نیز وہ گنہگار مسلمان بھی اس میں گریں گے جن کو اللہ تعالیٰ بعد میں بخش کر جنت میں بھیج دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذہن میں پوری بات نہ تھی اس لئے سوال کر بیٹھیں۔

ایک واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ زینب بنت جحش کے پاس کہیں سے شہد آ گیا تھا۔ (وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں) آپ اُن کے پاس ذرا دیر تک ٹھیرا کرتے تھے اور شہد پیتے تھے۔ میں نے اور حفصہؓ نے آپس میں مشورہ سے یہ طے کر لیا کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میاں بیوی والی دل لگی کریں گے۔ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائیں گے ہر ایک یوں کہے کہ آپ نے مغافیر[2] کھائے ہیں۔ آپ کے مبارک منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ چنانچہ آپ ہم میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو مشورہ کے موافق وہی الفاظ کہہ دیئے۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا مغافیر تو میں نے نہیں کھائے۔ ہاں زینبؓ کے پاس شہد پیا ہے۔ آئندہ ہرگز نہ پیوں گا اور یہ آپؐ نے ان کو خوش کرنے کے لئے فرما دیا۔ لہٰذا اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

---

[1] الترغیب والترہیب للمنذری ۲/۱ [2] مغافیر ایک قسم کا گوند ہوتا ہے اور بعض نے درخت کا پھل بتایا ہے ۱۲۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝[1] (۶۶ : ۱-۲)	اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ اسے (قسم کھا کر) کیوں حرام کرتے ہیں، آپ اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ غفور رحیم ہے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو تمہاری قسموں کا کھولنا (یعنی کفارہ دینا مقرر فرمایا ہے) اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔

واقعہ طلاق اور رجوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دے دی تھی۔ پھر دوسرے روز حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرماتے ہیں کہ عمرؓ پر شفقت فرماتے ہوئے حفصہؓ کو اپنے نکاح ہی میں رکھیے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبریلؑ نے تشریف لاکر عرض کیا کہ آپؐ حفصہؓ کو اپنے نکاح میں ہی رکھ لیں کیونکہ وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور راتوں کو بہت زیادہ نماز پڑھنے والی ہیں اور جنّت میں آپ کی بیوی ہوں گی۔ چنانچہ آپؐ نے رجعت فرمائی یعنی ان کو اپنے نکاح میں رکھ لیا۔[2]

ایک دل لگی کا واقعہ حضرت حفصہؓ نے ایک مرتبہ عجیب ہوشیاری کی جسے حضرت عائشہؓ یوں بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کو جاتے تو دلداری کے لئے قرعہ ڈالا کرتے تھے کہ کس بیوی کو ساتھ لے جائیں۔ ایک مرتبہ دو عورتوں کو لے جانا چاہا اور قرعہ ڈالا تو میرا اور حفصہؓ کا نام نکل آیا۔ لہٰذا ہم دونوں آپ کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ راستہ میں رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے اونٹ پر سوار ہو جاتے اور باتیں کرتے رہتے۔ ایک دن حفصہؓ نے مجھ سے کہا کہ آج تم میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں تمہارے اونٹ کی رفتار دیکھوں۔ میں نے منظور کر لیا اور

---

[1] از بخاری شریف ۱۲۔ [2] کذا فی الاصابہ عن ابن سعد ۱۲۔ طلاق کی تین قسمیں ہیں جس میں ایک قسم وہ ہے جسے رجعی طلاق کہتے ہیں اس کے بعد بغیر نکاح ہی واپس کر لینا درست ہے اس کو رجعت کہتے ہیں تفصیل کے لئے فقہ کی کتابیں دیکھو ۱۲۔

دونوں ایک دوسرے کے اونٹ پر سوار ہو گئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو اسی اونٹ پر سوار ہو گئے جس پر روزانہ میں سوار ہوتی تھی اس وقت اس پر حفصہؓ موجود تھیں۔ آپؐ نے السلام علیکم فرمایا اور اسی اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے حتیٰ کہ ایک منزل پر جا کر اترے (دھوکہ کھانے کی وجہ سے مجھے اپنے اونٹ پر تنہا چلنا پڑا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت سے محروم رہی۔ میں منزل پر پہنچ کر اونٹ سے اتری اور ایڑیاں گھاس میں رگڑنے لگی اور اپنے آپ کو کوسنے لگی کہ اے رب مجھ پر کوئی بچھو یا سانپ مسلط کر جو مجھے ڈس لے۔ میری نادانی کہ ایسی بات مانی جس میں اپنا نقصان ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کچھ نہیں کہہ سکتی ہوں[1]۔

عبادت

حضرت حفصہؓ نماز اور روزہ سے بہت شغف رکھتی تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (رجعی) طلاق دے دی تھی (جس کا ذکر گذشتہ صفحے پر ہوا) تو جبریلؑ نے آکر عرض کیا کہ حفصہؓ کو اپنے نکاح میں پھر رکھ لیجئے کیونکہ وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور راتوں کو نماز پڑھنے والی ہیں۔ حضرت نافع کا بیان ہے:

ماتت حفصة حتی ما تفطر[2]

حضرت حفصہؓ نے اس حال میں وفات پائی کہ روزہ پر روزہ رکھتی جاتی تھیں۔

وفات

حضرت حفصہؓ نے ۴۵ھ میں وفات پائی۔ حافظ ابن کثیرؒ ۴۵ھ کے وقائع کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وقد اجمع الجمهور انها توفيت في شعبان من هذه السنة عن ستين سنة وقيل انها توفيت ايام عثمان والاول اصح۔

اکثر مورخین و محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت حفصہؓ نے ۶۰ سال کی عمر میں ۴۵ھ میں وفات پائی اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ان کی رحلت ہوئی لیکن اول قول زیادہ صحیح ہے۔

حضرت حفصہؓ کے جنازہ میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی شریک تھے۔

---

[1] بخاری شریف۔ [2] الاصابہ ۱۲۔

حضرت زینبؓ بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ یہ بڑی صدقات و خیرات والی تھیں۔ اسلام سے پہلے ہی ان کو ام المساکین (مسکینوں کی ماں) کہا جاتا تھا کیونکہ مسکینوں کی خیر خبر بہت رکھتی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہوا تھا جب وہ اُحد میں شہید ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ ان کے پہلے شوہر کے بارے میں بعض علماء کے اور قول بھی ہیں۔

چنانچہ ابن الکلبی فرماتے تھے کہ ان کے پہلے شوہر طفیل بن حارثؓ تھے جب انہوں نے طلاق دے دی تو ان کے بھائی عبیدۃ بن الحارثؓ نے نکاح کر لیا وہ بدر میں شہید ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا جو رمضان ۳ھ میں ہوا۔ نکاح کے بعد آٹھ ماہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں رہ کر ربیع الثانی ۴ھ میں وفات پائی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ آپؐ کے نکاح میں صرف تین ماہ رہیں اس کے بعد وفات پائی۔

سیرت اور تاریخ لکھنے والوں میں سب ہی کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت زینب بنت خزیمہؓ کی وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں ہوئی اور مدینہ منورہ میں سب سے پہلے آپ کی بیویوں میں سے ان ہی کی وفات ہوئی [1]

---

[1] استیعاب و اصابہ وغیرہ ۱۲

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت خزیمہؓ کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اسی گھر میں ان کو ٹھہرایا جس میں حضرت زینب بنت خزیمہؓ رہا کرتی تھیں۔ اُم سلمہ ان کی کنیت ہے۔ نام ہند تھا۔ ان کے باپ ابو امیہ تھے۔ جن کی سخاوت کا عام شہرہ تھا۔ سفر میں اپنے ساتھیوں پر بہت خرچ کرتے تھے۔ اسی لئے ان کا لقب زاد الراکب (مسافروں کے سفر کا سامان) پڑ گیا تھا۔ والدہ کا نام عاتکہ تھا جو قبیلہ بنی فراس سے تھیں [۱]

قبولِ اسلام اور نکاحِ اوّل

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ان مُبارک ہستیوں میں ہیں جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں ہی اسلام قبول کیا۔ ان کا پہلا نکاح چچازاد بھائی عبداللہ بن عبدالاسد سے ہوا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے اور پھوپی زادے بھی۔ وہ اسلام قبول کرنے میں سابقین اوّلین میں سے تھے۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ دس شخصوں کے بعد مسلمان ہوئے یعنی وہ گیارھویں مسلمان تھے۔ پہلے انہوں نے اپنی بیوی (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی وہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سلمہؓ رکھا۔ اسی کے نام سے باپ کی کنیت ابو سلمہ اور ماں کی کنیت ام سلمہ مشہور ہو گئی۔ پھر حبشہ سے واپس آئے اور اس کے بعد دونوں نے مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ لیکن یہ ہجرت ایک ساتھ نہیں ہوئی۔ دونوں آگے پیچھے مدینہ منورہ پہنچے جس کا واقعہ بڑا دردناک ہے۔

ہجرت

حضرت ام سلمہؓ کی ہجرت کے واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں نے کیسی کیسی مصیبتیں دین کے لئے برداشت کی ہیں اور کیسی تکلیفیں سہی ہیں۔ اس واقعہ کو وہ خود اس طرح ذکر فرماتی

---

[۱] الاصابہ ۴

تھیں کہ جب ابوسلمہؓ نے مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو اونٹ پر کجاوہ کس کر مجھے اور سلمہؓ کو اونٹ پر بٹھا دیا اور اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلتے رہے جب قبیلہ بنو مغیرہ کو ہمارے روانہ ہو جانے کی خبر ہو گئی جو میرے میکے والے تھے تو انہوں نے ابوسلمہؓ سے کہا کہ تم اپنی ذات کے بارے میں خود مختار ہو مگر ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ نہیں جانے دیں گے جسے تم شہر در شہر لئے پھرو۔ یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل ان کے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے زبردستی اپنے ساتھ لے آئے۔ جب اس واقعہ کی خبر ابوسلمہؓ کے خاندان بنو عبدالاسد کو لگی جو میرے سسرال والے تھے تو میرے میکے والوں سے جھگڑنے لگے اور کہا تم اپنی لڑکی کے مختار ہو ہمارے بچہ سلمہ رضی اللہ عنہ کو ہمارے حوالہ کر دو جب تم نے اپنی لڑکی کو اس کے خاوند کے ساتھ نہ جانے دیا تو ہم اپنے بچہ کو تمہارے پاس کیوں چھوڑیں یہ کہہ کر وہ سلمہؓ کو چھین کر لے گئے۔ اب میں اور میرا شوہر اور بچہ تینوں علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مدینہ پہنچ گئے اور قبا میں جا کر قیام کر لیا۔ اور میں اپنے میکہ میں رہ گئی اور بچہ دادھیال میں پہنچ گیا۔ مجھے اس کا اس قدر صدمہ ہوا کہ روزانہ آبادی سے باہر جاتی اور شام تک رویا کرتی اسی طرح ایک سال گذر گیا۔ نہ خاوند کے پاس جا سکی نہ بچہ مل سکا۔ ایک روز میرے ایک چچازاد بھائی نے مجھ پر ترس کھا کر خاندان والوں سے کہا کہ تم اس بے کس پر کیوں رحم نہیں کرتے۔ اسے کیوں نہیں چھوڑ دیتے اور اس کو بچہ اور خاوند سے کیوں جدا کر رکھا ہے؟ غرض کہ اس نے کہہ سن کر مجھے خاندان والوں سے اجازت دلا دی کہ تو اپنے خاوند کے پاس جا سکتی ہے۔ جب اس کی خبر بچہ کی دادھیال والوں کو لگی تو انہوں نے بچہ بھی مجھے دے دیا۔

اب میں نے تنہا ہی سفر کا ارادہ کیا اور ایک اونٹ تیار کر کے بچہ ساتھ لیا اور تنہا سوار ہو کر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئی۔ تین چار میل چلی تھی کہ مقام تنعیم میں عثمان بن طلحہ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا تنہا کہاں جاتی ہو؟ میں نے کہا اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔ دوبارہ سوال کیا۔ کوئی ساتھ بھی ہے؟ میں نے کہا

اللہ تعالیٰ لئے ہے اور یہ بچہ ہے۔ یہ کہہ کر عثمانؓ بن طلحہ نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ اور آگے آگے چل دیئے۔ خدا کی قسم میں نے عثمان سے زیادہ شریف آدمی عرب والوں میں سے کوئی نہیں دیکھا۔ جب منزل پر اترنا ہوتا تو وہ اونٹ بٹھا کر کسی درخت کی آڑ میں کھڑے ہو جاتے اور پھر اونٹ کو باندھ کر مجھ سے دُور کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتے اور جب کوچ کرنے کا وقت آتا تو اونٹ پر کجاوہ کس کر میرے پاس لاکر بٹھا دیتے اور خود وہاں سے ہٹ جاتے۔ جب میں سوار ہو جاتی تو اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل دیتے۔ اسی طرح وہ سب مجھے مدینہ منورہ تک لے گئے۔ جب ان کی نظر بنی عمرو بن عوف کی آبادی پر پڑی جو قبا میں تھی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارا شوہر یہیں ہے[1] اس کے بعد وہ سلام کر کے واپس ہو گئے[ع]

مدینہ منورہ میں سکونت

مدینہ پہنچ کر اپنے شوہر کے پاس رہنے لگیں اور وہاں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے کا نام عمر اور ایک لڑکی کا نام درہ اور دوسری کا نام زینب رکھا[2]

حضرت ابوسلمہؓ کی وفات

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ احد اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں ان کے ایک زخم آیا جو کچھ اچھا ہو گیا تھا۔ ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ کا امیر بنا کر بھیج دیا تھا۔ واپس آئے تو وہ زخم ہرا ہو گیا اور اسی کے اثر سے جمادی الثانی سکلہ میں وفات پائی[3]

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ایک لڑکی تولد ہوئی جس کا نام زینب رکھا گیا اور اس کی ولادت پر عدت بھی ختم ہو گئی[4]

ع عثمان بن طلحہ جنہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ تک پہنچایا تھا اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتے تھے بعد میں اسلام لے آئے تھے۔ کذا فی الاصابہ۔ [1] البدایہ، الاصابہ، اسد الغابہ ۱۲

[2] الاصابہ ۱۲۔ [3] الاصابہ ۱۲۔ [4] الاصابہ ۱۲۔

عدت گذر جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح کرنے کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عذر کر دیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا [1]

حرمِ نبوت میں آنا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو اپنے پہلے شوہر سے بہت محبت تھی۔ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں جنتی ہوں اور عورت مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنت میں اسی مرد کو ملے گی۔ اسی طرح مرد اگر دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اسے ملے گی۔ اس لئے آؤ ہم تم دونوں عہد کر لیں کہ ہم میں سے جو پہلے اس دنیا سے چلا جائے دوسرا نکاح نہ کرے۔

یہ سن کر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم میرا کہا مان لوگی؟

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ ماننے کے لئے مشورہ ہی کر رہی ہوں۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم میرے بعد نکاح کر لینا۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! میرے بعد ام سلمہؓ کو مجھ سے بہتر خاوند عطا فرما جو نہ اسے رنج پہنچائے نہ تکلیف دے [2] خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی نصیحت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں بہت ہی زیادہ مفید ہوئی اور ان کی دعا اللہ جل شانہ نے قبول فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت حضرت ام سلمہؓ کو نصیب فرمائی۔

حضرت ام سلمہؓ خود روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اللہ کے فرمان کے مطابق یہ پڑھے:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ	ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی
اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ	طرف لوٹ کر جانا ہے اے اللہ! میری مصیبت
وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا ۔	میں مجھے ثواب دے اور اس سے بہتر اس کا بدل عنایت فرما۔

[1] ذکروا کما تقدم فی الاصابہ ۱۲۔ [2] الاصابہ فی ذکر ہند بنت امیۃ وھی ام سلمۃ رض ولم یذکر ھذہ الروایۃ فی الکنی ۱۲ منہ۔

تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اس کی کھوئی ہوئی چیز سے بہتر عنایت فرمائیں گے جب ابو سلمہؓ کی وفات ہوگئی تو مجھے یہ حدیث یاد آئی اور دل میں کہا (کہ اس دعا کو کیا پڑھوں) ابو سلمہؓ سے بہتر کون ہوگا۔ وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے اپنے گھر سے ہجرت کی۔ پھر بالآخر میں نے یہ دعا پڑھ لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ جل شانہٗ نے ابو سلمہؓ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے کا شرف عنایت فرمادیا۔[1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بھی روایت فرماتی تھیں کہ جب (پہلے شوہر) حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوگئی تو مجھے بہت ہی زیادہ رنج ہوا۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ ابو سلمہؓ پردیس میں تھے جہاں ان کے خاندان کے لوگ نہیں ہیں ان کی موت پر ایسا رونا روؤں گی جس کی شہرت ہوجائے گی۔ میں رونے کے لئے تیار ہو گئی تھی کہ اچانک ایک عورت اور آگئی جو رونے میں میرا ساتھ دینا چاہتی تھی۔ راستہ میں اس عورت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مل گئے اور آپ کو اس کے ارادہ کی خبر ہوگئی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تیرا یہ ارادہ ہے کہ اس گھر میں دوبارہ شیطان کو داخل کردے جس سے اللہ نے اسے نکالا ہے۔ جب یہ بات مجھے معلوم ہوئی تو میں نے رونے کا ارادہ موقوف کردیا اور نہ روئی۔[2]

جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عذر کردیا اور عرض کیا میرے بچے بھی ہیں جن کی پرورش کا خیال کرنا ہے) اور مجھ سے نکاح کرنے سے کچھ فائدہ بھی نہیں ہے کیونکہ عمر زیادہ ہوگئی ہے۔ مجھ سے اب اولاد بھی پیدا نہ ہوگی اور مزاج میں غیرت بھی بہت ہے (جس کی وجہ سے دوسری سوکنوں کے ساتھ رہنا مشکل ہے) اور میرا یہاں کوئی ولی بھی نہیں ہے اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر کی بات تو یہ ہے کہ میری عمر تم سے زیادہ ہے اور بچوں کا اللہ حافظ ہے ان کی پرورش میں تمہیں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ میں بھی ان کا خیال کروں گا اور اللہ سے دعا کروں گا۔ تمہاری غیرت والی بات بھی جاتی رہے گی اور تمہارا کوئی

---

[1] مسلم شریف ۱۲۔ [2] جمع الفوائد از مسلم شریف ۱۲۔

ول میرے ساتھ رشتہ ہو جانے کو ناپسند نہیں کرے گا۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راضی ہو گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہو گیا۔ یہ نکاح شوال میں ہوا[1]

نکاح ہو جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسی حجرہ میں لے آئے جس میں حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رہا کرتی تھیں۔ انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک مٹکے میں جو رکھے ہیں اور ایک چکی اور ہانڈی بھی موجود ہے۔ لہٰذا خود جو پیسے اور چکنائی ڈال کر مالیدہ بنایا اور پہلے ہی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مالیدہ کھلایا جسے خود ہی بنایا تھا[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام سلمہؓ سے نکاح کیا تو مجھے بہت رنج ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی توجہ ان کی طرف مجھ سے زیادہ ہو جائے (جس کی وجہ یہ تھی کہ خوبصورتی میں ان کی شہرت تھی) میں نے ترکیب سے ان کو دیکھا تو واقعۃً جتنی شہرت تھی اس سے بھی بہت زیادہ حسین معلوم ہوئیں میں نے اس کا حفصہؓ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا نہیں اتنی حسین نہیں ہیں جتنی شہرت ہے۔ ان کے کہنے سے میری آنکھوں سے بھی ان کا حُسن گر گیا اور پھر جو دیکھا تو حفصہؓ کی بات ہی ٹھیک معلوم ہوئی[3] (یعنی حسین تو بہر حال تھیں ہمارے نہ ماننے سے تو ان کے حسن میں کمی نہ آئی البتہ سوکنوں والی پرخاش نے ان کے حسن کو حفصہؓ کے کہنے سے آنکھوں سے گرا دیا)۔ ایسی باتیں بشریت کے تقاضوں سے دل میں آجایا کرتی ہیں۔

دانشمندی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی دانشمند اور سمجھدار تھیں۔ الاصابہ میں لکھا ہے:

وكانت ام سلمة موصوفة بالجمال البارع والعقل البالغ والرأي الصائب۔	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ حسین تھیں۔ عقلمندی اور صحیح رائے رکھنے والوں میں ان کا شمار تھا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑی الجھن پیش آئی تھی جسے

---

[1] اسد الغابہ، الاصابہ وغیرہ ۱۲۔ [2] حکایات صحابہ ۱۲۔ [3] الاصابہ ۱۲۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے سلجھائی۔ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۶ھ میں) اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مشرکین مکہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے مزاحمت کی اور آپ کو مقام حدیبیہ میں رُکنا پڑا۔ جاں نثار صحابہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جان قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ اس لئے اس موقع پر بھی جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے مگر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لڑائی کی بجائے صلح کرنا پسند کیا اور باوجودیکہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم لڑائی کے لئے مستعد تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر رعایت کے ساتھ صلح کرنا منظور فرمالیا کہ مشرکین مکہ کی ہر شرط قبول فرمائی (جس میں بظاہر مشرکین کا نفع اور مسلمانوں کا صریح نقصان معلوم ہوتا تھا) جب صلح نامہ مرتب ہوگیا تو سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ (اب عمرہ کے لئے مکہ معظمہ تو جانا نہیں ہے۔ اب تو واپسی ہی ہے کیونکہ صلح کی شرائط میں یہ بھی منظور کرلیا تھا کہ آپ عمرہ اس سال نہیں کریں گے آئندہ سال عمرہ کے لئے تشریف لائیں گے لہٰذا) اٹھو اپنا اپنا احرام کھول دو، قربانی کے جانور ذبح کردو۔ پھر سر منڈوالو (چونکہ احرام کھولنے کو طبیعتیں گوارا نہیں کررہی تھیں اور مدینہ سے عمرہ کے لئے آئے تھے اس لئے عمرہ ہی کو جی چاہ رہا تھا اور احرام کھولنے سے اپنے سفر کا ضائع ہونا نظر آتا تھا لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر کوئی بھی نہ اٹھا حتیٰ کہ آپ نے تین مرتبہ حکم دیا جب کسی نے بھی آپؐ کے ارشاد پر عمل نہ کیا تو آپؐ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ لوگ کہا نہیں مان رہے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ سب احرام کھول دیں؟ اگر واقعۃً آپ کی ایسی خواہش ہے تو (اس کی ترکیب یہ ہے کہ) آپ باہر نکل کر ذرا کسی سے نہ بولیں اور اپنے جانور کو ذبح فرما دیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے بال منڈا لیں۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا اور باہر نکل کر اپنا جانور ذبح کردیا اور بال منڈا لئے۔ جب صحابہؓ نے یہ ماجرا دیکھا تو سب احرام کھولنے پر راضی ہوگئے اور اپنے اپنے جانور ذبح کر ڈالے اور آپس میں دوسرے

کا سر مونڈنے لگے[1] (اور سب نے احرام[2] کھول دیا)۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس رائے کے متعلق جس سے مشکل حل ہوئی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ الاصابہ میں لکھتے ہیں:

واشارتها على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم الحديبية تدل على وفور عقلها وصواب رأيها۔	حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رائے دینے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بڑی عقلمند اور ٹھیک رائے رکھنے والی تھیں۔

درحقیقت یہ بڑی سمجھ کی بات ہے کہ انسان موقع کو پہچانے اور یہ سمجھ لے کہ اس وقت لوگ اپنے مقتدیٰ کے قول پر توجہ نہیں دے رہے ہیں لیکن اس کا عمل سامنے آئے گا تو اس کی اقتدا کرلیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مصاحبت سے خوب فائدہ اٹھایا اور علوم حاصل کئے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئیں تو آپؐ کی مصاحبت کو بہت غنیمت جانا اور برابر آپؐ کے ارشادات محفوظ کرتی رہیں اور آپ سے سوال کرکے اپنا علم بڑھاتی رہیں۔ پھر اس علم کو انہوں نے پھیلایا۔ حدیث میں ان کے شاگرد صحابہؓ بھی تھے اور تابعین بھی۔ حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی ان کے شاگردوں میں شمار کیا جاتا ہے[3]۔ حدیث شریف کی کتابوں میں جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات ملتی ہیں ان کی تعداد ۳۷۸ ہے۔ محمود بن لبید

---

[1] از بخاری وغیرہ۔ [2] جب حج یا عمرہ کو جاتے ہیں تو ایک مقرر جگہ پر غسل کرکے ایک چادر تہبند کی طرح باندھ لیتے ہیں اور ایک اوڑھ لیتے ہیں اور تلبیہ پڑھ لیتے ہیں حج ختم کرنے تک اسی طرح رہتے ہیں اس کو احرام کہا جاتا ہے۔ یہ مردوں کے احرام کا طریقہ ہے اور جب حج یا عمرہ سے فارغ ہوجاتے ہیں تو احرام کھولتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ سر منڈاتے یا بال کٹواتے ہیں۔ اس روایت میں اس کو ذکر کیا گیا ہے ۱۲۔ [3] الاصابہ ۱۲۔

فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سب ہی ازواج مطہرات آپؐ کے ارشادات کو یاد کرتی تھیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہؓ کی ہم پلہ اس میں اور کوئی بیوی نہ تھی [1]

مروان بن الحکم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مسائل دریافت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اور کسی سے کیوں پوچھیں جبکہ ہمارے اندر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بیویاں موجود ہیں [2] اگر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو خاصی تعداد میں جمع ہو سکتے ہیں اور ان کے مجموعہ کا ایک رسالہ بن سکتا ہے [3]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشادات سننے کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ بال گوندھ رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے (مسجد نبوی میں) کھڑے ہوئے زبان مبارک سے نکلا تھا کہ اَیُّھَا النَّاسُ (اے لوگو!) تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے سُن لیا (کیونکہ ازواج مطہرات کے حجرے مسجد نبوی سے ملے ہوتے تھے) آواز سنتے ہی بال باندھ کر کھڑی ہو گئیں اور پورا خطبہ سنا [4]۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! میں اپنے سر کی مینڈھیاں بہت سختی سے باندھتی ہوں تو کیا غسلِ جنابت کے لئے ان کو کھولا کروں؟ فرمایا نہیں! بس اتنا کافی ہے کہ تم اپنے سر پر تین بار لپ بھر کر پانی ڈال لیا کرو (جس سے بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں) اس کے بعد سارے بدن پر پانی بہا لیا کرو، ایسا کرنے سے پاک ہو جاؤ گی [5]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھلایا کہ مغرب کی اذان کے وقت یہ پڑھا کرو۔

---

[1] ابن سعد ۱۲ [2] مسند امام احمد ابن حنبل ۱۲ [3] اعلام الموقعین ۱۲ [4] مسند امام احمد۔
[5] مسئلہ: عورت کے لئے غسل میں سر کے بالوں کی جڑوں کو تر کرنا فرض ہے۔ سر کے سارے بالوں کا بھگونا فرض نہیں بشرطیکہ مینڈھیاں بندھی ہوں ۱۲۔ [5] مسلم شریف۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا اِقْبَالُ لَیْلِکَ	اے اللہ! یہ تیری رات کے آنے اور دن کے
وَاِدْبَارُ نَھَارِکَ وَاَصْوَاتُ	جانے اور تیرے بلانے کی آوازوں کا وقت
دُعَائِکَ فَاغْفِرْلِیْ۔ [1]	ہے سو مجھے بخش دے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے پاس حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما بھی تھیں کہ اچانک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالےٰ عنہ آگئے وہ چونکہ نابینا تھے اس لئے یہ سمجھ کر کہ ان سے کیا پردہ کرنا ہے دونوں بیبیاں بیٹھی رہیں اور پردہ نہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو نہیں دیکھ سکتے! پھر پردہ کی کیا کیا ضرورت ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو۔ [2]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک پناہ لینے والا بیت اللہ میں آکر پناہ لے گا۔ اس سے لڑنے کے لئے ایک لشکر چلے گا اور وہ لشکر ایک میدان میں پہنچ کر زمین میں دھنس جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو لوگ اس لشکر میں شریک نہ ہوں گے اور اس لشکر کی چڑھائی کو برا سمجھ رہے ہوں گے کیا وہ بھی (اس میدان میں ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ دھنسا دیئے جائیں گے؟) آپ نے فرمایا اس لشکر کے ساتھ وہ بھی دھنسائے جائیں گے لیکن قیامت کے روز ہر ایک کا اپنی اپنی نیت پر حشر ہو گا۔ [3]

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ کیا مجھے (اپنے شوہر) ابو سلمہ کی اولاد پر خرچ کرنے سے اجر ملے گا حالانکہ وہ میری ہی اولاد ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ان پر خرچ کرو تم کو اس خرچ کرنے کا اجر ملے گا۔ [4]

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ مرد جہاد کرتے

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲۔ [2] مشکوٰۃ عن احمد والترمذی ۱۲۔
[3] مشکوٰۃ شریف عن الصحیحین ۱۲۔ [4] بخاری شریف ۱۲۔

ہیں اور عورتیں جہاد نہیں کرتی ہیں اور عورتوں کو مرد کے مقابلہ میں آدھی میراث ملتی ہے (اس کا سبب کیا ہے) اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَاتَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (

ترجمہ: اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر۔ [1]

ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ قرآن میں عورتوں کا ذکر کیوں نہیں ہے اس پر اللہ جل شانہٗ نے آیت اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (آخر تک) نازل فرمائی [2]

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی ایک وعظ کے موقع پر سنا کہ جس پر جنابت کا غسل فرض ہوا اور صبح ہو جانے تک غسل نہ کیا تو اب روزہ نہ رکھے (کیونکہ اس کا روزہ نہ ہوگا) میں نے اپنے والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا یہ تو عجیب مسئلہ بتایا۔ اس کے بعد میں اور والد صاحب حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس پہنچے اور ان سے تحقیق کی تو دونوں نے جواب دیا (یہ مسئلہ غلط ہے کیوں کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو جنابت کی حالت میں صبح ہو جاتی تھی اور آپؐ روزہ رکھ لیتے تھے اور یہ جنابت احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ مباشرت کی وجہ سے ہوتی تھی۔

یہ جواب سن کر ہم دونوں باپ بیٹے مروان بن الحکم کے پاس پہنچے اس وقت وہ مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ ان سے والد صاحب نے اس کا تذکرہ کر دیا تو انہوں نے فرمایا میں تم کو قسم دلاتا ہوں کہ ضرور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان کے قول کی تردید کرو۔ لہٰذا ہم حضرت ابوہریرہؓ کے پاس آئے اور ان سے والد صاحب نے حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ کا جواب نقل کر دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ ان دونوں نے یہ مسئلہ اس طرح بتایا ہے؟ والد صاحب نے فرمایا جی ہاں انہوں نے یہی جواب دیا ہے! یہ سن کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہی زیادہ جانتی ہیں مجھے

---

[1] جمع الفوائد ۱۲۔ [2] جمع الفوائد وغیرہ ۱۲۔

تو فضل بن عباس رضی اللہ تعالے عنہ نے یہ بتایا تھا اور میں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا ہے۔ یہ فرما کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے فتوے سے رجوع فرمالیا [۱]

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر قرأت کرکے بتائی کہ آپ ایک ایک آیت پر ٹھہرتے تھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر ٹھہرتے پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھ کر ٹھہرتے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر ٹھہرتے۔ پھر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھ کر توقف فرماتے (غرضکہ آپ اسی طرح علیحدہ علیحدہ آیات کرکے پڑھتے تھے [۲]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی تھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم فرماتے تھے کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو جن میں پہلا پیر یا جمعرات ہو۔ (ابوداؤد و نسائی)

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لنگی اور تہمد کا لٹکانا جس میں تفاخر اور تکبّر ہو منع ہے۔ آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا یا رسول اللہ! عورت کا کیا حکم ہے فرمایا وہ آدھی پنڈلی سے ایک بالشت نیچا کرلیوے۔ عرض کیا کہ اس سے تو کام نہیں چلے گا کیونکہ کپڑا اوپر ہی رہ جائے گا اور جگہ دکھائی دیتی رہے گی۔ فرمایا اچھا آدھی پنڈلی سے ایک ہاتھ نیچا کرلیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ [۳]

ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالے عنہ تشریف لائے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث سنائی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض لوگ جو مسلمان سمجھے جاتے ہیں (اور دل سے مسلمان نہیں ہیں) ایسے لوگوں کو اپنی وفات کے بعد میں نہ دیکھوں گا نہ وہ مجھے دیکھ سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالے عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے یہ حدیث نقل کی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا کہ خدا کی قسم سچ سچ کہنا میں ان میں تو نہیں ہوں جن کا ذکر اس حدیث میں ہے؟

---

[۱] جمع الفوائد ۱۲۔ [۲] جمع الفوائد ۱۲۔ [۳] مشکوٰۃ شریف ۱۲۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نہیں۔ (تم ان میں سے نہیں ہو) لیکن تمہارے علاوہ اور کسی کو واضح کر کے یہ بات نہ بتاؤں گی لے (کیونکہ ایسی باتیں ظاہر کرنا مصلحت کے خلاف ہے)۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کی پرورش

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کی بنفسِ نفیس پرورش فرمائی اور ان کی تعلیم و تربیّت کا خاص لحاظ رکھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا۔ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پاتا تھا۔ ایک مرتبہ آپؐ کے ساتھ کھانے کو جو بیٹھا تو پیالہ میں ہر طرف ہاتھ ڈالنے لگا آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ بِسْمِ اللہ پڑھ کر کھا اور داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنی طرف سے کھا ۔ لے

صدقہ کرنے کی ہدایت

ایک مرتبہ چند مساکین آگئے اور بہت ضد کر کے سوال کرنے لگے۔ ان میں چند عورتیں بھی تھیں اس وقت حضرت ام سلمہؓ کے پاس گھر میں ایک اور خاتون موجود تھیں جن کو ام الحسین کہا جاتا تھا انہوں نے ان مسکینوں سے کہا کہ چلو نکلو۔ یہ سُن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا (کہ سوال کرنے والوں کو جھڑکیں اور بغیر کچھ دیئے واپس کر دیں) پھر ایک لڑکی سے فرمایا ان سب کو کچھ نہ کچھ دے دے۔ اگرچہ ایک ایک کھجور ہی ہو (الاستیعاب)

امر بالمعروف

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی پابند تھیں۔ ایک روز ان کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی۔ چونکہ سجدہ کی جگہ غبار تھا اس لئے وہ صاحبزادے سجدہ کرتے وقت مٹی جھاڑ دیتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو روکا اور فرمایا کہ یہ فعل آنحضرت

لے مسند امام احمد بن حنبل ۱۲ ۔ لے بخاری ۱۲

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک غلام (افلح) نے ایسا کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ اے افلح! اپنا چہرہ مٹی میں ملا۔[1]

نماز کے اوقات بعض امرائے نے تبدیل کر دیئے تھے یعنی مستحب اوقات چھوڑ دیئے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے ان سے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر جلدی پڑھا کرتے تھے اور تم عصر جلدی پڑھتے ہو۔[2]

وفات

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے ۵۹ھ میں وفات پائی۔ اور حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس وقت ان کی عمر شریف ۸۴ سال کی تھی۔ یہ واقدی کا قول ہے لیکن دیگر حضرات نے ان کی وفات ۶۱ھ یا ۶۲ھ میں بتائی ہے۔ ازواج میں سب سے آخر میں ان ہی کی وفات ہوئی رضی اللہ عنہا وارضاہا۔[3]

---

[1] مسند امام احمد ۱۲۔ [2] مسند امام احمد بن حنبل۔ [3] الاصابہ ۱۲۔

حضرت زینبؓ بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا۔ ان کی والدہ کا نام امیمہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپی تھیں۔ حضرت زینبؓ کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تھا جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ جب انہوں نے طلاق دے دی تو اللہ رب العزت نے حضرت زینب کا نکاح سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کردیا۔

پہلا نکاح جیسا کہ ابھی ذکر ہوا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردیا تھا۔ حضرت زید کے والد کا نام حارثہ اور والدہ کا نام سعدیٰ تھا۔ ان کی والدہ اپنے بچہ (زید بن حارثہ) کو لے کر میکہ جا رہی تھیں کہ لٹیروں نے حضرت زید کو چھین کر مکہ کے بازار میں لاکر بیچ دیا۔ خریدنے والے حکیم بن حزام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ انہوں نے چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپی (حضرت خدیجہؓ) کو دے دیا اور جب حضرت خدیجہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو انہوں نے حضرت زید کو ہبۃً سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیا۔ آپؐ نے ان کو آزاد فرما کر اپنا بیٹا بنا لیا اور وہ زید بن محمدؐ کے نام سے مشہور ہوگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ان کو ایسی بھلی لگی کہ ان کے والد اور چچا خبر پاکر مکہ معظمہ ان کو لینے آئے تو باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دے دیا تھا کہ تم چاہو تو چلے جاؤ لیکن وہ نہ گئے اور والد اور چچا اور سارے کنبہ کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح دی۔ جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالغ ہوگئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی باندی برکہ نامی سے کردیا جن کی کنیت ام ایمن تھی۔ انہوں نے بچپن میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی پرورش کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد یا والدہ کی ملکیت تھیں۔ ان کی وفات کے بعد ورثہ میں آپ کی ملک میں آئیں، انہوں نے بھی اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا تھا۔ مدینہ کو ہجرت بھی کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بڑی قدر کیا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ میری والدہ کے بعد ام ایمن میری والدہ ہیں کبھی فرماتے تھے کہ ام ایمن میرے خاندان کا بقیہ ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام ایمن ہی تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا [1]

حضرت ام ایمن حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں اور آپ نے ان کا دوسرا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کرنا چاہا اور پیغام بھیج دیا جب پیغام پہنچا تو حضرت زینب اور ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن جحش نے اس کو مکروہ سمجھا کہ ایک قریشیہ کا نکاح آزاد کردہ غلام سے ہو (گو اسلام میں نکاح کے لئے نسب کی برابری دیکھنے کی بھی رعایت کی گئی ہے مگر اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہی نہ ہو) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا پیغام جو زید کے لئے تھا چونکہ حضرت زینب اور ان کے بھائی نے مکروہ جانا اس لئے اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ (۳۶:۲۳)	اور کسی ایماندار مرد یا عورت کو گنجائش نہیں ہے جبکہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کام کا حکم دیں کہ (پھر) ان کو اس کام میں کوئی اختیار (کرنے نہ کرنے کا) باقی رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے وہ کھلی گمراہی میں پڑا۔

جب حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی کو یہ خبر لگی کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے تو دونوں اس پر راضی ہو گئے کہ حضرت زیدؓ سے نکاح ہو جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ سے حضرت زینبؓ کا نکاح کر دیا اور مہر میں ۱۰ دینار ۶۰ درہم، چار

---

[1] البدایہ ۱۲

کپڑے ۔ ۵۰ مُد غلہ[1]، ۳۰ صاع کھجوریں مقرر ہوئیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت زیدؓ کے پاس رہنے لگیں اور دونوں میاں بیویوں کی طرح رہتے سہتے رہے[2]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قولی طور پر بھی تعلیم دیتے تھے اور عمل کر کے دکھا کر بھی احکام و آداب سکھاتے تھے۔ اس نکاح کے کر دینے سے آپ نے عملاً یہ ثابت کر دیا کہ غیر کفو میں شرعاً نکاح کرانا درست ہے اور اس سے اسلام کی اس اہم تعلیم کا بھی پتہ چل گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دینداری کی بلندی تمام بلندیوں سے بڑھی ہوئی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو اس قدر واضح کیا کہ اپنی حقیقی پھوپی کی بیٹی کا نکاح ایک ایسے آزاد کردہ غلام سے کر کے دکھایا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری میں سراپا محو تھا اور اس نکاح کے متعلق اپنے کلام پاک میں آیات نازل فرمائیں جو ہمیشہ پڑھی جاتی رہیں گی اور نسب پر فخر کرنے والوں کو دینداری کی تاکید کرتی رہیں گی۔

حرمِ نبوت میں آنا

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ رہیں[3] لیکن دونوں میں نباہ نہیں ہوا حتیٰ کہ ایک روز حضرت زید رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! زینب کی بدکلامی نے مجھے ستا دیا لہٰذا میں طلاق دینا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے ان سے فرمایا أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ (اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو اور اللہ سے ڈرو) لیکن پھر بھی آپس میں دونوں کا میل نہ ہو سکا۔ اور آخر آپؐ کی اجازت سے انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور جب عدت گذر گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ ہی کو اپنے نکاح کا پیغام دے کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا وہ اس وقت آٹا گوندھ رہی تھیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف کو پشت کر کے فرمایا کہ اے

---

[2] معالم التنزیل ۱۲۔ [1] اس زمانے میں ایک پیمانے کا نام تھا جو تقریباً ایک سیر کا ہوتا ہے اور صاع بھی پیمانے کا نام تھا ۱۲۔ [3] البدایہ ۱۲۔

زینب خوشخبری قبول کرو۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے تاکہ تم کو آپؐ کی طرف سے نکاح کا پیغام دوں۔ یہ سن کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اللہ سے مشورہ لئے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی ہوں۔ یہ کہہ کر استخارہ کرنے کے لئے نماز پڑھنے کھڑی ہوگئیں۔[1] یہاں انہوں نے نماز شروع کی اور وہاں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا — پھر جب زید کا ان (زینب) سے جی بھر گیا
زَوَّجْنٰكَهَا الآیۃ۔ (۳۷:۳۳) — ہم نے آپؐ سے ان کا نکاح کر دیا۔

لہٰذا حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہوگئیں وہ اس پر دوسری بیویوں کے مقابلے میں فخر کیا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے عزیزوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالےٰ نے کر دیا۔[2]

بعض روایات میں ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیویوں سے بطور فخر فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح تمہارے والدوں نے (یا دوسرے اولیائے) کئے اور میرا نکاح عرش والے نے کیا۔ چونکہ اللہ جل شانہٗ نے ان کا نکاح خود کر دیا اس لئے دنیا میں دوسرے نکاحوں کی طرح آپ کا نکاح حضرت زینبؓ سے نہیں بلکہ آیت کا نازل ہونا ہی نکاح تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ حضرت زینبؓ کے پاس بغیر اجازت ہی مکان میں چلے گئے۔[3]

اس واقعۂ نکاح سے کئی چیزیں معلوم ہوئیں۔

(۱) جیسے کوئی شخص اپنا بیٹا بنالے تو وہ اس کا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا ہے بنائے ہوئے بیٹے کی بیوی سے نکاح درست ہے جب کہ وہ طلاق دے دے اور عدّت گذر جائے۔ اہلِ عرب اس بات کو بہت بُری سمجھتے تھے اور بنائے ہوئے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنے کو ایسا سمجھتے تھے جیسے حقیقی بیٹے کی بیوی سے کوئی شخص نکاح کر لے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے اللہ تعالےٰ نے خبر دی تھی کہ زینب سے آپ کا نکاح ہوگا لیکن

---

[1] فتح الباری وغیرہ ۱۲۔ [2] البدایہ ۱۲۔ [3] الاستیعاب، الاصابہ ۱۲۔

آپ اس خبر کو ظاہر کرنے سے ہچکچاتے رہے اور لوگوں کی بدزبانی کے خوف سے اس بات کو پوشیدہ رکھا تاکہ یوں نہ سمجھیں کہ دیکھو بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ عرب کی یہ جہالت ٹوٹے اور بنائے ہوئے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لینا اسلام میں جائز سمجھ لیا جائے اس لئے اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زینبؓ کا نکاح کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ فرماتے ہوئے قرآن پاک کی آیت نازل فرمائی۔

وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ	اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے
وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ	جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو
اَنْ تَخْشٰہُ ۝ (۳۷:۲۳)	حالانکہ اللہ اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ ان سے ڈرو۔

اس آیت میں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ کی گئی ہے جس کا عنوان گرفت اور مواخذہ کا ہے۔ حضرت حسن (بصری) رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں اتری (جس میں گرفت اور عتاب کا انداز ہو) اور اگر آپ (اپنے اختیار سے) کسی آیت کو چھپانے کے حقدار ہوتے تو اس آیت کو تو ضرور چھپا لیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اس آیت کے متعلق ایسا ہی فرمایا ہے[1]۔

(۲) عورت کے پاس جب کسی کے نکاح کا پیغام پہنچے تو اسے اس بارے میں استخارہ کرنا چاہیئے جیسے مرد استخارہ کرتے ہیں (جن میں دین داری ہوتی ہے) اسی طرح عورت کو استخارہ کرنا چاہیئے کہ مرد کی دینداری یا مالداری یا اور کسی صفت کو دیکھ کر جھٹ اسے منظور کر لینا مناسب نہیں ہے اس بارے میں اللہ سے مشورہ لینا چاہیئے جسے استخارہ کہتے ہیں۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوگا کہ اس شخص سے نکاح کرنا خیر ہی خیر ہے لیکن اللہ سے مشورہ لینے میں نفع ہے کہ اللہ پوشیدہ اور آئندہ سب حالات کو جانتے ہیں ممکن ہے کہ عورت اس مرد کی نیکی اور دینداری کی قدر نہ کر سکے۔ بلکہ اس کو ستانے کا باعث بن کر

---

[1] فتح الباری و جمع الفوائد ۱۲۔

خدائے قدوس کو اپنے سے ناراض کر لیوے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ لیکن پھر بھی حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے پیغام پہنچنے پر استخارہ کیا۔

(۳) سب مومن آپس میں ایمانی بھائی ہیں۔ عداوت اور بغض ایمان والوں کا کام نہیں۔ مرد عورت کا جب نکاح ہو جاتا ہے تو ان دونوں میاں بیویوں میں اور ان کے خاندانوں میں ایمانی برادری کے ساتھ ساتھ ایک تعلق اور بڑھ جاتا ہے لیکن اگر وہ تعلق ٹوٹ جائے (مثلاً یہ کہ شوہر بیوی کو طلاق دے دے) تو آپس میں دشمنی کی کوئی وجہ نہیں بلکہ ایمانی بھائی بہن اب بھی ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کا احترام کریں۔ ایک دوسرے کا بُرا نہ چاہیں غالباً یہی تعلیم دینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ ہی کو حضرت زینبؓ کے پاس اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا، ہمارے ملک میں یہ رواج ہے کہ مرد عورت کو طلاق دے دے تو دونوں آپس میں دشمن بن جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی کھوج میں لگ جاتے ہیں بلکہ دونوں خاندانوں میں دشمنی پیدا ہو جاتی ہے یہ سراسر غلط اور اسلام کے خلاف ہے۔

(۴) حضرت زیدؓ کا نام قرآن مجید میں آیا ہے اور کسی صحابی کا نام قرآن میں مذکور نہیں ہے اللہ اللہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کا یہ مقام ہے کہ قرآن میں ان کا نام آیا اور آپؐ نے اپنی پھوپی زاد بہن سے ان کا نکاح کیا اور ان سے پہلے حضرت ام ایمن سے نکاح کیا تھا جن کو آپؐ اپنی ماں کی برابر جانتے تھے۔

ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ذیقعدہ ۵ھ میں ہوا بعض نے ۳ھ بھی لکھا ہے مگر صحیح ۵ھ ہے۔ نکاح کے بعد جب رات گذر گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نئی بیوی سے ملاقات فرمائی تو صبح کو جب دن چڑھ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کی دعوت کی۔ ایک بکری ذبح فرما کر ولیمہ کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایسا ولیمہ آپؐ نے اور کسی بیوی کا نہیں کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

ما اولم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی امرأۃ من نسائہ اکثر او افضل ما اولم علی زینب لہ	حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کرکے جو آپؐ نے ولیمہ کیا اس سے بہتر ولیمہ آپ نے کسی بیوی سے شادی کرنے پر نہیں کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکری ذبح فرمائی اور حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بھی اس موقع پر آپ کی خدمت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حریرہ بنا کر ایک برتن میں بھیج دیا اور تقریباً ۳۰۰ افراد نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ ؎

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ فلاں فلاں کو اور ان کے علاوہ جو تم کو ملے بلا لاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بہت سوں کو بلا لایا جس کے نتیجے میں آپؐ کے چبوترہ اور حجرہ میں آدمی ہی آدمی بھر گئے آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ دس دس کا حلقہ بنا لو اور ہر شخص اپنی طرف سے کھائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس کھانے میں رکھا اور کچھ پڑھا۔ اس کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ سب نے کھا لیا تب بھی ختم نہ ہوا۔ سب فارغ ہوگئے تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے انس! اس کھانے کو اٹھا لو میں نے اسے اٹھایا تو یہ فیصلہ نہ کرسکا کہ جب یہ کھانا میں نے لوگوں کے کھانے کے لئے رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا اب زیادہ ہے۔ ؎
(غرضیکہ اس میں اتنی برکت ہوئی کہ سینکڑوں آدمیوں کے کھا لینے پر بھی سارا بچ گیا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہلے سے زیادہ ہے)۔

نزولِ حجابؓ اب تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینبؓ سے شادی کرنے کے موقع پر ولیمہ کیا تو اس موقع پر جب لوگ دعوتِ ولیمہ کھانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

لہ مسلم شریف ۱۲۔ ؎ جمع الفوائد ۱۲۔ ؎ مسلم شریف ۱۲

دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو آپؐ کی نئی دلہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا دیوار کی طرف منہ کرکے (علیحدہ پردہ ڈالے بغیر) بیٹھی رہیں حتیٰ کہ پردہ کا حکم نازل ہوگیا۔ جس کی تفصیل حضرت انس رضی اللہ عنہ اس طرح روایت فرماتے ہیں کہ پردہ کا حکم کب اترا اور کیونکر اترا۔ اس کو میں سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ سب سے پہلے پردہ کا حکم اس وقت نازل ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح کرنے کے بعد رات گذارنے پر صبح کو ولیمہ کیا۔ چنانچہ آپؐ نے لوگوں کو بلایا۔ لوگ آئے اور کھانا کھا کر چلے گئے لیکن چند آدمی وہیں باتیں کرتے ہوئے رہ گئے اور بہت دیر لگا دی تا آپؐ کو اس سے بہت تکلیف ہوئی۔ آپ چاہتے تھے کہ یہ لوگ چلے جائیں لیکن لحاظ کی وجہ سے ان سے جانے کو فرما نہ سکے بلکہ ان کے اٹھانے کے لئے یہ عمل کیا کہ خود آپ وہاں سے چل دیئے اور میں بھی آپؐ کے ساتھ چل کھڑا ہوا تاکہ وہ لوگ مکان سے نکل جائیں۔ حتیٰ کہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کی چوکھٹ تک آئے پھر یہ سمجھ کر واپس ہوگئے کہ اب وہ لوگ چلے گئے ہوں گے۔ میں بھی آپؐ کے ساتھ واپس ہوگیا۔ آکر دیکھا کہ وہ لوگ ابھی بیٹھے ہی ہیں۔ لہٰذا آپؐ پھر واپس ہوئے اور میں آپؐ کے ساتھ تھا حتیٰ کہ آپ پھر حضرت عائشہؓ کے حجرہ کی چوکھٹ تک آئے اور یہ سمجھ کر واپس ہوگئے کہ اب چلے گئے ہوں گے۔ میں بھی آپؐ کے ساتھ واپس ہوگیا اس مرتبہ آکر دیکھا کہ لوگ چلے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور پردہ کی آیت نازل ہوگئی۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ جب لوگ نکل گئے تو میں بھی آپؐ کے ساتھ اندر جانے لگا لہٰذا آپؐ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال لیا اور پردہ کا حکم نازل ہوا اور لوگوں کو نصیحت ہوئی پردہ کی جو آیت اس وقت نازل ہوئی یہ ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا	اے ایمان والو نبیؐ کے گھروں میں (بلائے بغیر)
بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ	مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے
اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ	اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری

إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ (۵۳:۲۳)

کے منتظر رہو، لیکن جب تم کو بلایا جائے تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو۔ اس بات سے نبیؐ کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ لحاظ کی وجہ سے تم سے شرماتے ہیں اور اللہ صاف بات فرمانے سے لحاظ نہیں فرماتا اور جب تم نبیؐ کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ بات تمہارے اور ان کے دلوں کو پاک رکھنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت سب سے پہلے میں نے سنی یہ بھی فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکل کر لوگوں کو یہ آیات سنا دیں۔[1]

فائدہ: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے احوال میں بخاری شریف کی ایک روایت ہم نقل کر آئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کا حکم ان کی وجہ سے اترا اور ان روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد نازل ہوا لیکن اس میں کچھ خاص اشکال کی بات نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان ہی دنوں میں جب کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی حسبِ معمول قضائے حاجت کے لئے جنگل جا رہی ہوں اور حضرت عمرؓ نے ان سے وہ کہہ دی ہو جو حضرت سودہؓ کے تذکرہ میں گذر چکی ہے اور نزول حجاب کے دونوں سبب یک وقت جمع ہو گئے ہوں۔

عبادت اور تقویٰ

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بڑی عبادت گذار تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے متعلق فرمایا کہ میں نے کبھی کوئی عورت زینب سے بہتر نہیں دیکھی۔ ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور سچ بولنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی اور صدقہ کرنے والی میں نے کوئی عورت نہیں

---

[1] مسلم شریف ۱۲

دیکھی لیے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو منافقین نے تہمت لگائی جس کا واقعہ گذر چکا ہے
تو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے صاف کھلے الفاظ میں حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا کی پاکدامنی کا اظہار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کرنے پر عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللہِ
اَحْمِیْ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَیْرًا میں اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں پر
تہمت نہیں دھرتی ہوں. میں تو عائشہؓ کو خیر کے علاوہ اور کسی کام میں نہیں جانتی ہوں
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں
زینب ہی کو یہ مقام حاصل تھا کہ (مرتبہ میں) میرا مقابلہ کرتی تھیں. ان کی پرہیزگاری کی وجہ
سے اللہ نے ان کو جھوٹ کہنے سے روک لیا[1].

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا:

وكانت صالحة صوامة	وہ بڑی ہی نیک تھیں روزے بہت رکھتی
قوامة صناعًا تصدق	تھیں راتوں کو نماز پڑھتی تھیں. ہاتھ کی محنت
بذلك كله على المساكين.	سے کما کر سارا مسکینوں پر خیرات کر دیتی تھیں.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ زینب بنت جحش اَوَّاہٌ
ہیں ایک صاحب اور موجود تھے. انہوں نے سوال کیا اَوَّاہٌ کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جس میں خشوع ہو اور اللہ کے سامنے روئے[2]

صدقہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بڑی سخی تھیں. محنت مزدوری کرتی
تھیں اور سارا مسکینوں پر صدقہ کر دیتی تھیں. محنت کی وجہ سے بہت سے
مسکینوں کا کام چلتا تھا جس کی وجہ سے ان کا لقب مَأْوَی الْمَسَاکِیْن پڑ گیا تھا.
جس کا ترجمہ ہے "مسکینوں کا ٹھکانا".

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی فرماتی تھیں کہ زینبؓ سے بڑھ کر کوئی عورت میں
نے نہیں دیکھی جو اپنی جان کو محنت میں کھپا کر مال حاصل کر کے صدقہ کرتی ہو اور اس

---

[1] اگر ان کے دل میں اللہ کا خوف نہ ہوتا تو سوکن کی عزت گھٹانے کے لئے جھوٹ موٹ
باتیں بنا کر تہمت کو قوی کر سکتی تھیں۔ [2] اصابہ وغیرہ ۱۲

کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرتی ہو لہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وظیفہ بارہ ہزار (درہم) مقرر فرمایا تھا جسے انہوں نے صرف ایک سال قبول فرمایا اور قبول فرما کر بارگاہِ خداوندی میں یہ عرض کیا اَللّٰھُمَّ لَا یُدْرِکُنِیْ ھٰذَا الْمَالُ مِنْ قَابِلٍ فَاِنَّہٗ فِتْنَۃٌ (اے اللہ آئندہ سال یہ مال میرے پاس نہ آئے کیونکہ یہ فتنہ ہے) اس کے بعد پوری بارہ ہزار کی مالیت اسی وقت اپنے عزیزوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم فرمادی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو ان کے گھر تشریف لائے اور (باہر سے) سلام کہلا کر بھیجا اور فرمایا مجھے تمہارے رقم تقسیم کر دینے کا واقعہ معلوم ہوگیا ہے۔ اس کے بعد مزید ایک ہزار کی رقم بھیجی تاکہ اسے اپنے خرچ میں لائیں لیکن انہوں نے اس رقم کو بھی تقسیم فرما دیا لے حضرت زینبؓ کھالیں رنگنے کی مزدوری کر کے صدقہ کرتی تھیں سے اور منتخب کنز العمال میں اس کے علاوہ ان کی اور دستکاری بھی لکھی ہے۔

جب حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

لَقَدْ ذَھَبَتْ حَمِیْدَۃً	تعریف کے لائق اور عبادت گذار ہو کر دنیا سے
مُتَعَبِّدَۃً مُفْزِعَ الْیَتَامٰی	اس حال میں چلی گئیں کہ یتیموں اور بیواؤں کو
وَالْاَرَامِلِ سے	گھبراہٹ میں ڈال گئیں (کیونکہ وہ اب سوچیں گے کہ ہم پر کون خرچ کرے گا۔)

حج بیت اللہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا اس کے بعد کبھی حج کو نہ گئیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرمایا تھا کہ اس حج کو کر لو پھر گھر میں بیٹھنا حضرت سودہؓ اور حضرت زینبؓ دونوں نے اس کے بعد حج نہ کیا اور یہ فرمایا وَاللّٰہِ لَا تُحَرِّکُنَا بَعْدَہٗ دَابَّۃٌ

لہ مسلم شریف ۱۲۔ لے الاصابہ ۱۲ سے ایضاً سے ایضاً ۱۲

(اللہ کی قسم اب تو آپ کے بعد ہم کسی جانور پر سوار تک نہ ہوں گے) ہاں دیگر امہات المؤمنینؓ حج کو جاتی تھیں [1]۔ غالباً انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مطلب سمجھا کہ خواہ مخواہ بلا وجہ گھر سے نکلنے کو منع فرمایا ہے اس میں حج کو جانے کی ممانعت داخل نہیں اور اگر حج سے روکا بھی ہے تو شرعی طور پر نہیں بلکہ شفقت کی وجہ سے روکا ہے لہٰذا طاقت ہوتے ہوئے حج کرنا مناسب جانا۔

وفات

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۲۰ھ میں وفات پائی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت جو نو بیویاں چھوڑی تھیں ان میں سب سے پہلے ان ہی کی وفات ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق اپنی زندگی میں خبر بھی دے دی تھی جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یوں روایت فرماتی ہیں کہ بعض بیویوں نے آپؐ سے سوال کیا کہ آپؐ کی وفات کے بعد ہم میں سے سب سے پہلے کون سی بیوی (اس دنیا سے رخصت ہو کر) آپ سے ملے گی؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں! یہ سن کر آپؐ کی بیویوں نے ایک بانس لے کر اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب بیویوں کے ہاتھوں سے لمبے نکلے اور آپس میں یہ سمجھ لیا کہ وہی سب سے پہلے وفات پائیں گی۔ پھر بعد میں ہم کو پتہ چلا جب حضرت زینبؓ کی وفات ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب ناپ کی لمبائی بتانا نہ تھا بلکہ اس کا یہ مطلب تھا کہ جو عورت سب سے زیادہ صدقہ کرتی ہو گی وہ سب سے پہلے مجھ سے ملے گی کیونکہ زینبؓ ہم میں سے سب سے پہلے آپؐ سے جا کر ملیں جو صدقہ کرنے کو (بہ نسبت دوسری بیویوں کے بہت زیادہ) پسند کرتی تھیں (بخاری شریف)۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ آخر میں ہمیں یہ معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ لمبے ہاتھ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زینب کے تھے) کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کما کر صدقہ کرتی تھیں۔

---

[1] البدایہ ۱۲۔

وصیّت حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات کے وقت فرمایا کہ میں نے اپنے لئے کفن تیار کیا ہے اور عمرؓ بھی میرے لئے کفن بھیجیں گے لہٰذا تم ایسا کرنا کہ دونوں میں سے ایک صدقہ کر دینا۔ چنانچہ ان کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کفن کو صدقہ کر دیا جسے وہ خود تیار کر کے چھوڑ گئی تھیں [1] سبحان اللہ دنیا سے چلتے چلتے صدقہ کرنے کا خیال رہا اور اس کی وصیت کی۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوسری امہات المومنین نے غسل اور کفن دیا۔ ان کے لئے مسہری بنائی گئی جس میں جنازہ رکھ کر قبرستان لے جایا گیا وہ مسہری بنت عمیسؓ نے بنائی تھی جسے وہ حبشہ میں دیکھ کر آئی تھیں۔ مسہری میں جنازہ رکھ کر اوپر سے کپڑا ڈھک دیا گیا تو بالکل پردہ ہو گیا۔ اسے حضرت عمر رضی اللہ نے بہت پسند کیا۔ حضرت عمرؓ نے پہلے منادی کرادی تھی کہ حضرت زینبؓ کے جنازہ میں صرف وہی لوگ آئیں جو ان کے محرم ہیں لیکن جب مسہری بن گئی اور پردہ کا انتظام ہو گیا تو دوبارہ منادی کرائی کہ سب مومنین اپنی ماں کے جنازہ میں شریک ہوں۔

جب جنازہ قبرستان میں لایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر میں اترنے کا ارادہ فرمایا لیکن پہلے امہات المومنینؓ سے دریافت کرایا کہ میں ان کی نعش کو قبر میں اتار سکتا ہوں یا نہیں؟ اس پر جواب آیا کہ نہیں! قبر میں وہی داخل ہو گا جو زندگی میں ان کے پاس آتا جاتا تھا جس سے شرعًا پردہ نہ تھا۔ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ بدل دیا اور کپڑا تان کر پردہ کرا کر ان کے محرموں سے قبر میں داخل کرا کر مٹی دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن کے وقت قبر کے کنارے بیٹھے رہے اور دیگر اکابر صحابہؓ کھڑے رہے۔ یہ سب تفصیل کنز العمال میں لکھی ہے۔ البدایہ میں لکھا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بقیع میں دفن کی گئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا

ذھبت حمیدۃ مفزع الیتامیٰ والارامل ۔

---

[1] الاصابہ

حضرت جُوَیرِیّہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ان کے والد کا نام حارث تھا۔ غزوۂ بنی المصطلق کے موقع پر قید ہو کر آئی تھیں جس کی پوری تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ قبیلۂ بنی المصطلق کے لوگ مجھ سے جنگ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ جن کا قائد حارث بن ابی ضرار ہے (یہ حضرت جویریہؓ کے والد تھے بعد میں مسلمان ہو گئے) لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سات سو صحابہؓ کو لے کر اپنے پیچھے مدینہ منورہ کا انتظام حضرت ابوذر غفاریؓ یا نمیلہ بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر کے بنو المصطلق سے جہاد کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہ شعبان ۵ھ یا ۶ھ کا واقعہ ہے چلتے چلتے بنو المصطلق سے ایک تالاب کے کنارے مڈبھیڑ ہو گئی جسے مریسیع کہتے تھے۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کو غَزْوَۃُ الْمُرَیْسِیْع بھی کہتے ہیں۔ حملہ کرنے سے پہلے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ دشمنوں سے پکار کر کہہ دو:

قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَمْنَعُوْا بِھَا اَنْفُسَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کر لو، ایسا کرنے سے تمہارے جان و مال محفوظ ہو جائیں گے۔

لیکن دشمنوں نے مبارک کلمہ کے پڑھنے اور ماننے سے انکار کر دیا اور تیر پھینکنے شروع کر دیئے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب صحابہؓ نے بیک وقت ان پر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں بنو المصطلق نے شکست کھائی اور بنو المصطلق کے دس آدمی مارے گئے جن میں سے دو آدمیوں کو سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے قتل کیا اور ایک صحابی حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔[1]

---

[1] البدایہ ۱۲

حرمِ نبوّت میں آنا اس غزوہ میں بڑی بھاری تعداد میں قیدی ہاتھ آئے اور مال بھی بہت ملا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بھی قیدیوں میں تھیں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کو اپنے صحابہؓ میں تقسیم فرما دیا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اس تقسیم میں حضرت ثابت بن قیسؓ بن شماس یا ان کے چچازاد بھائی کے حصّے میں آگئیں لیکن انہوں نے باندی بن کر رہنا پسند نہ کیا اور حضرت ثابتؓ یا ان کے چچیرے بھائی سے کتابت کا معاملہ کر لیا[1] یعنی یہ بات طے کر لی کہ اس قدر مال کو دے دوں گی تو تم مجھے آزاد کر دوگے۔ معاملہ طے کر کے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں حارث بن ابی ضرار کی لڑکی ہوں جو سردار قوم ہے اور مجھے جس مصیبت نے گھیر لیا ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے یعنی کہ ثابت بن قیس (یا ان کے چچیرے بھائی) کے حصّہ میں آگئی ہوں اور ان سے کتابت کا معاملہ کر لیا ہے جس کے لئے مال کی ضرورت ہے آپ سے اس بارے میں مدد چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا اس سے بہتر بات تمہیں نہ بتا دوں؟ عرض کیا کیا؟ فرمایا کہ میں تمہاری طرف سے مال ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے منظور ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کی طرف سے مال ادا فرما دیا اور ان کو آزاد کرا کر خود ان سے نکاح کر لیا[2]۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پہلے شوہر کا نام مُسافع بن صَفوَان تھا جو اسی جنگ میں مارا گیا جس میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قید ہو کر آئی تھیں حضرت جویریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب بنو المصطلق سے جہاد کرنے کے لئے پہنچے تھے تو اس سے تین روز پہلے میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ مدینہ سے چاند چل کر میری گود میں آ کر گرا میں نے کسی کو اپنا خواب ظاہر کرنا مناسب

---

[1] حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نو اوقیہ سونے پر کتابت کا معاملہ کیا تھا ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم ۳ ماشہ ایک رتی اور ⅕ رتی کا ہوتا ہے ۱۲ منہ [2] البدایہ ۱۲

نہ سمجھا تھی کہ آپؐ جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور جب ہم قید کر لئے گئے تو مجھے اپنے خواب کے پورا ہونے کی امید بندھ گئی جو الحمد للہ پوری ہوئی اور مجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرما کر اپنے نکاح میں لے لیا[1]

حرم نبوت میں آنے سے پوری قوم کا بھلا ہوا

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرما لیا تو یہ خبر سارے مدینہ میں گونج گئی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی قوم و خاندان سینکڑوں قیدی صحابہؓ کے گھروں میں موجود تھے جو غلام بنا کر تقسیم کر دیئے تھے۔ نکاح کی خبر پھیلتے ہی حضرات صحابہؓ نے سب کو اس احترام کے پیش نظر آزاد کر دیا کہ اب تو یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والے ہو گئے۔ ان کو غلام بنا کر کیسے رکھیں؟ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں گفتگو بھی نہ کی تھی مسلمانوں نے خود ہی میری قوم اور خاندان والوں کو آزاد کر دیا جس کی خبر میری ایک چچا کی لڑکی نے مجھے دی۔ خبر سن کر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اس واقعہ کے متعلق فرمایا:

فلقد اعتق بتزویجہ ایاھا مائۃ اھل بیت من بنی المصطلق فما اعلم امراۃ اعظم برکۃ علی قومھا منھا[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جویریہؓ سے نکاح کر لینے سے بنو المصطلق کے سو گھرانے آزاد ہوئے میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے بڑی برکت والی ثابت ہوئی ہو۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر باپ کے ساتھ جانے سے انکار

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے اپنا نکاح فرما لیا تو حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا میری بیٹی

---

[1] البدایہ ۱۲۔ [2] ایضاً [3] ایضاً و مثلہ فی الاصابہ ۱۲۔

بڑی معزز ہے جسے قیدی بناکر رکھنا گوارا نہیں ہے۔ لہٰذا آپ اسے چھوڑ دیجئے۔" آپؐ نے فرمایا اگر میں اختیار دے دوں کہ جی چاہے تو چلی جائے اور چاہے تو میرے پاس رہے تو اس کو تم اچھا سمجھتے ہو؟ حارث نے جواب دیا جی ہاں بہت مناسب ہے۔ اس کے بعد حارث اپنی بیٹی کے پاس آئے اور پورا واقعہ نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے اختیار دے دیا ہے کہ چاہے تو چلی جائے لہٰذا میرے ساتھ چل! حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا۔ اِخْتَرْتُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں تمہارے ساتھ نہ جاؤں گی) [1]

والد کا مسلمان ہونا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ دیکھ کر حضرت جویریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے والد بھی مسلمان ہو گئے تھے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جنگ کے موقع پر جب بنو المصطلق کو شکست ہوگئی اور مسلمانوں نے ان کو قید کر لیا جن میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں تو اس موقعہ پر ان کے والد کسی طرح فرار ہو گئے اور قید ہونے سے بچ گئے۔ بعد میں اپنی بیٹی کو چھڑانے کے لئے مدینہ منورہ کا رُخ کیا اور مال دے کر چھڑانے کی نیت سے بہت سے اونٹ ساتھ لے کر چلے۔ چلتے چلتے ان اونٹوں میں سے دو اونٹ بہت ہی زیادہ دل کو بھا گئے جنہیں عقیق کی گھاٹیوں میں چھپا کر باقی اونٹ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہماری بیٹی آپ کے قبضے میں آگئی ہے لہٰذا اس کے بدلہ میں یہ اونٹ لے کر اسے چھوڑ دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا وہ اونٹ کہاں ہیں جن کو تم عقیق کی گھاٹیوں میں چھپا آئے ہو؟ یہ سنتے ہی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا اور یہ کہا کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں ان کے اونٹوں کے چھپانے کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں تھا جب آپ نے ان کے متعلق خبر دی تو ضرور اللہ تعالےٰ نے آپ کو خبر دی ہے۔ ان کے ساتھ ان کے دو بیٹوں اور قوم کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا [2] پہلے واقعہ کو اس واقعہ

---

[1] الاصابہ ۱۲ ۔ [2] الاستیعاب ۱۲ ۔

کے ساتھ ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اپنی بیٹی کو ہمراہ لے جانے کو کہا ہوگا لیکن وہ خود ان کے ساتھ نہ گئیں۔

تبدیلیٔ نام حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نامناسب ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام برّہ تھا آپؐ نے بدل کر جویریہ رکھا[1]

ایک اور لڑکی کا نام برّہ تھا۔ اس کا نام بدل کر آپؐ نے زینب رکھ دیا تھا۔ ایک لڑکی کا نام عاصیہ تھا (یعنی گناہگار) اس کا نام بدل کر آپؐ نے جمیلہ رکھا۔ ایک شخص کا نام حزن (یعنی سخت) تھا۔ آپؐ نے اس کا نام بدل کر سہل تجویز فرمایا[2] اور قاعدۂ کلیہ کے طور پر فرمایا کہ تم قیامت کے روز اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے لہٰذا نام اچھے رکھا کرو[3] اس بارے میں ہم نے ایک رسالہ "اسلامی نام" کے عنوان سے لکھا ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

بَرّہ کا معنی ہے نیک عورت۔ جب اس نام کی عورت سے اس کا نام دریافت کیا جائے تو بتائے گی کہ میں بَرّہ یعنی نیک ہوں اس سے اپنی تعریف ہوتی ہے اس لئے یہ نام ناپسند فرمایا۔

ذکرِ الٰہی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد ان کے پاس تشریف لائے پھر فوراً ہی) باہر تشریف لے گئے اور ان کو مصلے پر ذکر کرتی ہوئی چھوڑ گئے۔ پھر بہت دیر کے بعد تشریف لائے جبکہ چاشت کا وقت ہو چکا تھا۔ آکر دیکھا کہ وہ اب بھی مصلے پر بیٹھی ہوئی ہیں آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تم اس وقت سے اسی طرح یہیں بیٹھی ہو جب سے باہر گیا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ کہے

---

[1] مسلم شریف ۱۲ [2] مشکوٰۃ شریف۔ [3] ابوداؤد شریف ۱۲

ہیں جن کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ تم نے آج جس قدر ذکر کیا ہے اگر ان کے ساتھ رکھ کر تولا جائے تو وہ چاروں کلمات ہی بڑھ جائیں گے وہ چاروں کلمات یہ ہیں :

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ .

(مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں اس کی تعریف کرتا ہوں ، جس قدر اس کی مخلوق ہے اور جس سے وہ راضی ہو جائے اور جتنا اس کے عرش کا وزن ہو اور جس قدر اس کی تعریف کہنے کے لئے بے انتہا کلمات کی روشنائی ہو ۱۲

وفات

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے سنہ ۵۰ھ ہجری میں وفات پائی . واقدی نے سنہ ۵۶ھ ہجری میں ان کی وفات بتائی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مروان بن الحکم نے نماز جنازہ پڑھائی [1]

---

[1] البدایہ والاصابہ ۱۲

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح کیا۔ ان کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپی تھیں۔ ان کے والد ابوسفیان وہی ابوسفیان ہیں جو برسوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں لڑتے رہے۔ بعد میں مسلمان ہوئے ان کا نام صخر تھا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو امیر معاویہ کے لقب سے مشہور ہیں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔

ہجرت حبشہ حضرت ام حبیبہؓ کا نام رملہ تھا۔ بعض نے ہند بھی بتایا ہے۔ ان کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا تھا دونوں میاں بیوی نے ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کیا اور مشرکین مکّہ سے تنگ آکر دیگر مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ وہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہؓ رکھا۔ اس لڑکی کے نام سے ان کی کنیت اُمّ حبیبہ مشہور ہوگئی۔ ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش نے نصرانی مذہب قبول کرلیا اور اسلام چھوڑ دیا۔ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بھی اس نے اسلام چھوڑنے کو کہا لیکن اللہ جل شانہٗ نے ان کو اسلام پر جمائے رکھا اور انہوں نے نصرانیت قبول کرنے سے انکار کردیا۔

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی تھیں کہ میں نے اپنے شوہر کو خواب میں بُری شکل میں دیکھا جس سے میں گھبرا گئی۔ جب صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ وہ نصرانی ہوگیا ہے اور اب سمجھ میں آیا کہ خواب میں اس کی بُری شکل اسی وجہ سے دکھائی گئی ہے لہٰذا میں نے اپنا خواب اس سے بیان کیا اور اسلام قبول کرنے کو کہا۔ اس نے کچھ خیال نہ کیا اور خوب شراب پینے لگا حتیٰ کہ کافر ہی مرا۔

حرمِ نبوّت میں آنا

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے کوئی شخص یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ کہہ رہا ہے۔ یہ خواب دیکھ کر میں چونک گئی پھر بعد میں اس کی تعبیر ظاہر ہوئی اور وہ یہ کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشیؓ کی خاص خدمتگذار باندی ابرہ نامی میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ بادشاہ نے یہ کہلوایا ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس پیغام بھیجا ہے کہ تمہارا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کردوں۔ یہ سنتے ہی میں نے اس باندی کو دعا دی بَشَّرَكِ اللّٰهُ بِالْخَيْرِ (اللہ تجھے (بھی) خیر کی خوشخبری سنائے) اس کے بعد اس باندی نے کہا کہ تم اپنا وکیل مقرر کردو جو تمہارا نکاح کرسکے۔ لہٰذا میں نے خالد بن سعید بن العاصؓ کو اپنا وکیل بنادیا (جو ددھیال کی طرف سے رشتہ دار تھے اور ہجرت کرکے حبشہ پہنچے ہوئے تھے) اور خوشی میں پیغام لانے والی باندی کو اپنے دونوں کنگن اور انگوٹھیاں وغیرہ دے دیں یہ سب چیزیں چاندی کی تھیں[1]

جب رات کا وقت ہوا تو نجاشیؓ نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور ان تمام مسلمانوں کو بلایا جو حبشہ کو ہجرت کرگئے تھے اور اس وقت وہاں مقیم تھے جب سب آنے والے آگئے تو نجاشیؓ نے خطبہ پڑھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْمُؤْمِنِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ
وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
وَاَنَّهُ الَّذِيْ بَشَّرَ بِهٖ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ

اس کے بعد یوں کہا اما بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمائش کی ہے کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا نکاح ان سے کردوں لہٰذا میں نے ان کی فرمائش قبول کی۔ یہ کہہ کر نجاشیؓ نے چار سو دینار مہر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر کئے اور اسی وقت حاضرین کے سامنے ڈال دیئے اور اس کے بعد خالد بن سعید بن العاصؓ نے خطبہ پڑھا اور یوں بولے:

---

[1] ہذا کلہ من الاصابۃ والاستیعاب ۱۲

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَحْمَدُہٗ وَاَسْتَعِیْنُہٗ وَاَسْتَغْفِرُہٗ وَاَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْہُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ۔

اس کے بعد یوں کہا "اما بعد" میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمائش قبول کی اور ام حبیبہؓ بنت ابوسفیان کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا" تبارک اللہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

اس کے بعد خالد بن سعیدؓ نے مہر والے دینار لے لئے اور حاضرین اٹھ کر چلنے لگے۔ نجاشیؓ نے کہا ابھی ٹھہرو کیونکہ نبیوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ نکاح کے بعد کچھ کھایا جائے۔ یہ کہہ کر نجاشیؓ نے کھانا منگایا اور حاضرین مجلس نے کھایا۔ اس کے بعد چلے گئے۔ یہ سنہ ۶ھ کا واقعہ ہے اور بعض نے سنہ ۷ھ کا بتایا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ جب مہر کی رقم میرے پاس آگئی تو میں نے اس میں سے ۵۰ دینار ابرہہ باندی کو اور دے دیئے۔ اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ بادشاہ نے قبول کرنے سے منع کر دیا ہے اور اس سے پہلے جو چیزیں میں نے لے لی تھیں وہ بھی واپس کر دیں لہ

جب اس نکاح کی خبر حضرت ابوسفیانؓ کو پہنچی جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے تو اپنی ہار مان گئے چونکہ اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے تھے اور مشرکین مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑانے میں بہت پیش پیش رہتے تھے اور اسلام اور داعیٔ اسلام کا نام تک مٹا دینا چاہتے تھے اس لئے ان کو یہ کہاں منظور ہوتا کہ ان کی بیٹی آپ کے نکاح میں جائے؟ نکاح کی خبر سن کر یوں بول اٹھے ھُوَ الْفَحْلُ لَا یُجْدَعُ اَنْفُہٗ (محمد) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ جوانمرد ہیں۔ ان کی ناک نہیں کاٹی جا سکتی (یعنی وہ بلند ناک والے عزت دار ہیں) ہم

لہ من البدایہ والاصابہ ۱۲

ان کو ذلیل نہیں کر سکتے۔ اِدھر تو ہم ان سے لڑ رہے ہیں اُدھر ہماری لڑکی ان کے نکاح میں چلی گئی، اس کہنے کا مقصد اپنی ہار مان لینا تھا۔

حبشہ سے مدینہ منورہ پہنچنا

نکاح کے دوسرے روز نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس خوشبو اور جہیز کا سامان بھیجا اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ پہنچوا دیا۔ یہ وہاں پہنچ کر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگیں اور ان کا مبارک خواب جس میں کسی نے یاام المؤمنین کہہ کر پکارا تھا صحیح ثابت ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت اعزاز و احترام کرتی تھیں۔ جب مدینہ منورہ پہنچ گئیں تو ان کے والد مکہ سے مدینہ پہنچے اس وقت وہ کافر تھے اور مشرکین مکہ کی طرف سے صلح حدیبیہ کے بارے میں کچھ گفتگو کرنے کے لئے آئے تھے (صلح تو پہلے ہو چکی تھی مگر اس کی میعاد میں یا معاملہ میں تجدید کرنا چاہتے تھے) اس ذیل میں وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی ملنے کے لئے گئے۔ جب گھر میں پہنچے اور بستر پر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر کو طے کر دیا اور باپ کو اس پر نہ بیٹھنے دیا۔ وہ بولے یہ کیا کیا تو نے؟ میں اس بستر کے لائق نہیں ہوں؟ اس لئے تو نے اس کو طے کر دیا یا یہ بستر میرے لائق نہیں ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم مشرک ہو۔ اس پر تمہیں کیسے بیٹھنے دوں؟ یہ سن کر باپ نے کہا کہ تو تو میرے بعد خراب ہو گئی ہے۔[2]

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے۔ برسوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے رہے تھے۔ اس لئے مسلمان ان کو نہ اچھی نظر سے دیکھتے تھے، نہ ان کو پاس بٹھانا گوارہ کرتے تھے لہٰذا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا نبی اللہ میری تین درخواستیں ہیں آپ انہیں قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے

---

[1] الاستیعاب والاصابہ۔ [2] الاصابہ ۱۲۔ [3] الاصابہ ۱۲۔

بیان کرو۔ اس پر ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ایک تو یہ ہے کہ میرے پاس بڑی خوبصورت لڑکی ام حبیبہ موجود ہے۔ اس کا آپ سے نکاح کر دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا مناسب ہے۔ دوسری بات یہ عرض کی کہ آپ میرے بیٹے معاویہؓ کو اپنا کاتب بنالیں۔ آپؐ نے اس کو بھی منظور فرمایا۔ تیسری درخواست یہ ہے کہ مجھے آپ اسلامی لشکر کا امیر بنا دیں تاکہ میں کافروں سے اسی طرح جنگ کروں جیسے مسلمانوں سے کرتا تھا۔ آپؐ نے یہ درخواست بھی منظور فرمائی۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مدینہ منورہ میں ان کے باپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہی ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا تو ابو سفیانؓ کافر ہی تھے۔ مسلم کی اس جزو کو محدثین صحیح نہیں مانتے ہیں۔

اتباع حدیث حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر بڑی پابندی سے عمل کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص رات دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لیوے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دے گا۔ چار ظہر سے پہلے۔ دو اس کے بعد۔ دو مغرب کے بعد، دو عشا کے بعد، دو فجر سے پہلے۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے۔ اس میں سنن موکدہ کا ذکر ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس کی روایت فرماتی تھیں اور پابندی سے ان سنتوں کو پڑھتی تھیں۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا فَمَا بَرِحْتُ اُصَلِّیْهِنَّ بَعْدُ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سننے کے بعد میں نے ہمیشہ یہ رکعات پڑھی ہیں۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ تین رات سے زیادہ کسی میت پر سوگ کرے سوائے شوہر کی وفات کے کہ اس کی وفات پر چار ماہ دس روز سوگ کرے۔

اسی حدیث کے پیشِ نظر جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو ان کی وفات کے تیسرے روز خوشبو منگا کر استعمال کی اور فرمایا کہ مجھے خوشبو کی رغبت نہیں ہے لیکن استعمال اس لئے کر رہی ہوں کہ سوگ نہ سمجھا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب (وفات سے قبل) مریض ہوئے تو آپؐ کی ایک بیوی نے اہلِ کتاب کے ایک کتب خانہ کا ذکر کیا جسے ماریہ کہتے تھے چونکہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ حبشہ گئی تھیں اور اسے دیکھ کر آئی تھیں اس لئے انہوں نے اس کی خوبصورت بناوٹ اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا کہ یہ لوگ یہ حرکت کرتے تھے کہ جب ان میں سے کوئی نیک انسان مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے پھر اس میں وہ تصویریں بنا لیتے تھے (جن کا تم ذکر کر رہی ہو) یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بُرے ہیں۔[1]

فکرِ آخرت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عبادت گذار اور پرہیزگار تھیں۔ فکر آخرت کا اس سے اندازہ ہوگا کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو بلا کر کہا کہ زندگی میں ہم میں آپس میں سوکنوں والی رنجش رہی ہے لہٰذا تم میرا کہا سنا سب کچھ معاف کر دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کر دیا اور اس کی مغفرت کی دُعا کی۔ اس کے بعد ام حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ خدا تمہیں خوش کرے جیسے تم نے مجھے ابھی خوش کیا ہے۔

اس کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو بلا کر یہی گفتگو کی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی۔[2]

---

[1] مشکوٰۃ ۱۲ ۔ [2] اصابہ ۱۲ ۔

وفات

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات سنہ ۴۴ھ میں ہوئی۔ ابن سعد اور ابو عبید نے ان کی وفات کا یہی سن بتایا ہے۔ ابن حبان اور ابن قانع کا قول ہے کہ انہوں نے سنہ ۴۲ھ میں وفات پائی ابن ابی خیثمہ نے ان کی وفات کا سال سنہ ۵۶ھ بتایا ہے لیکن الاصابہ میں اس کو صحیح نہیں مانا۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے گھر گیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حویلی میں تھا کسی ضرورت سے ایک کونہ میں زمین کھودی تو اس میں ایک پتھر نکلا جس میں لکھا تھا کہ هٰذَا قَبْرُ رَمْلَهِ بِنْتِ صَخْرٍ (یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے) لہٰذا اس پتھر کو ہم نے وہیں رکھ دیا اور مٹی دے دی۔ ذکرہ فی الاستیعاب رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نسل سے تھیں والد کا نام حُیّی بن اخطب اور والدہ کا نام برّہ بنت سموال تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یکے بعد دیگرے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔ پہلا شوہر سلام بن مشکم تھا اور دوسرا کنانہ بن ابی الحقیق [1]

حرم نبوّت میں آنا حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے کئی خواب ایسے دیکھے تھے جن کی تعبیر یہ ظاہر ہوتی تھی کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح ہوگا۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میری گود میں چاند آکر گرا۔ اس خواب کا اپنی والدہ سے تذکرہ کیا تو اس نے ان کے چہرے پر ایک طمانچہ مار کر کہا تو یہ چاہتی ہے کہ شاہِ عرب (محمد رسول اللہ تعالےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے نکاح میں چلی جائے راوی کہتے ہیں کہ ان کی والدہ کا طمانچہ چہرہ پر اُبڑ آیا تھا جس کا اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے تک باقی رہا۔ آپؐ نے اسے دیکھ کر سبب دریافت کیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پورا واقعہ سنایا۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آفتاب میرے سینہ پر آکر گرا۔ اس خواب کا اپنے شوہر سے ذکر کیا تو اس نے بھی یہی کہا کہ تو اسی شاہِ عرب کو چاہتی ہے جو ہمارے ہاں آکر مقیم ہوا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جہاد کے لئے ان کے علاقہ (خیبر) میں پہنچ چکے تھے [2]

---

[1] الاصابہ والاستیعاب ۱۲۔ [2] الاصابہ ۱۲

۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر کے لئے روانہ ہوئے وہاں یہودی رہتے تھے۔ ان کی رہائش اس طرح کی تھی کہ بہت سے قلعے بنا رکھے تھے ہر ایک قلعہ کی آبادی علیحدہ علیحدہ تھی ۴ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود بنی نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کیا تو ان میں سے اکثر لوگ شام جا کر اور کچھ خیبر پہنچ کر رہنے لگے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا باپ حُیَیّ بن اخطب (جو بنی نضیر کا سردار تھا) خیبر میں ہی مقیم ہوا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر والوں سے جہاد کرنے کے لئے خیبر کی آبادی میں پہنچے تو اس وقت وہ لوگ اپنے کام کاج کے لئے قلعوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لشکر کو دیکھ کر سہم گئے اور کہنے لگے کہ مُحَمَّد والخمیس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا لشکر آ پہنچا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر کے یکے بعد دیگرے سب کو فتح کیا آخری قلعہ جو فتح ہوا وہ وطیح کا قلعہ تھا دس روز سے کچھ زیادہ اس کا محاصرہ رہا۔ مرحب نامی شخص (جو اس قلعہ کا بڑا تھا) قتل ہوا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا شوہر جنگ خیبر میں مارا گیا[1]

جب جنگ ختم پر قیدی جمع کئے گئے تو ان میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ حضرت دحیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ان قیدیوں میں سے مجھے ایک باندی عنایت فرما دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ ان میں سے ایک باندی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا انتخاب کر لیا اسی اثنا میں ایک دوسرے صحابی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یا نبی اللہ! آپ نے یہ عورت دحیہ کو دے دی وہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کی سردار ہے[2]۔ اس لئے وہ صرف آپ ہی کے لئے مناسب ہے آپ نے فرمایا کہ اچھا دحیہ کو بلاؤ وہ اس کو لے کر آئیں۔ چنانچہ وہ حسب فرمان والا شان حاضر خدمت

---

[1] البدایہ والنہایہ ۱۲۔ [2] حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ قبیلہ بنی نضیر کا سردار تھا اور ان کی والدہ قبیلہ بنو قریظہ کے سردار کی بیٹی تھی۔ اس لئے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو بنو نضیر اور قریظہ کی سردار کہا گیا۔

ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم اس کے علاوہ قیدیوں میں سے دوسری باندی لے لو۔ چنانچہ وہ اس پر راضی ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو اپنے لئے منتخب کر لیا اور ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا[1]

کہا جاتا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام زینب تھا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لئے منتخب فرما لیا تھا اس لئے ان کو صفیہ کہا جانے لگا صفیہ کے معنی ہیں انتخاب کردہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نکاح سفر میں ہوا اور سفر ہی میں (مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے نکاح کے بعد والے مرحلے گذر گئے) اور سفر ہی میں ولیمہ کیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ جب خیبر سے واپس ہونے لگے تو راستہ میں مقام صہبا پر قیام کیا۔ وہیں حضرت ام سلیم اور ام سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر میں کنگھی کی اور عطر لگایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیمہ میں بھیج دیں آپ اس رات سوئے نہیں اور صبح تک ان سے باتیں کرتے رہے۔ اس وقت ان کی عمر پورے سترہ سال کی بھی نہ ہوئی تھی[2]

ولیمہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ روز خیبر اور مکہ کے درمیان قیام فرمایا۔ تینوں دن حضرت صفیہ آپ کے پاس شب باشی کی اور وہیں جنگل میں ولیمہ ہوا۔ ولیمہ میں کوئی گوشت روٹی تو نہیں تھی۔ (بلکہ متفرق قسم کی دوسری چیزیں تھیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کے دسترخوان بچھانے کا حکم فرمایا جس پر کھجوریں اور پنیر اور گھی لا کر رکھ دیا گیا مجھے حکم فرمایا کہ لوگوں کو بلاؤ۔ میں بلا لایا اور لوگوں نے ولیمہ کی دعوت کھائی (پورے لشکر میں سے جن کو نکاح کا علم نہ ہوا تھا وہ) لوگ اس تردد میں رہے کہ صفیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا ہے یا باندی بنا لی ہے۔ پھر خود ہی اس کا فیصلہ کیا کہ اگر آپ نے ان کو پردہ

---

[1] جمع الفوائد عن الصحیحین ۱۲۔ ع استیعاب میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے سات باندی غلام دے کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لیا ۱۲ [2] اصابہ و بعضہ فی البخاری ۱۲

میں رکھا تو ہم سمجھیں گے کہ آپؐ کی بیوی اور اُمہات المومنین میں سے ہیں ورنہ یہ سمجھیں گے کہ آپؐ نے ان کو لونڈی بنالیا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے کوچ فرمایا تو اپنی سواری پر ان کے لئے پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور ان کو سوار کر کے ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ تان دیا۔ اس سے سب سمجھ گئے کہ وہ ام المومنین ہیں۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے جو کتاب النکاح میں ذکر کی ہے۔

دوسری روایت میں ہے جو حضرت امام بخاریؒ نے کتاب المغازی میں درج کی ہے کہ دسترخوان بچھانے کا حکم حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ہوا تھا اس واقعہ کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالٰی نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کھلانے کا ارادہ فرمایا تو اعلان فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ کھانے کی چیز ہو لے آئے، چنانچہ کوئی کھجور لایا، کوئی گھی لایا، کوئی ستو لایا اور سب چیزیں مالیدہ کی طرح ایک جگہ ملا کر کھائی گئیں۔

مدینہ منورہ پہنچنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بڑے کریم اور شفیق تھے اپنی بیویوں کو بڑی اچھی طرح رکھتے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا آپؐ کے ساتھ خیبر سے مدینہ کو روانہ ہوئیں اور راستہ میں کئی دن لگے جب اونٹ پر سوار ہونے کا موقع آتا تھا تو آپؐ اونٹ کو بٹھا کر خود اونٹ کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے مُبارک گھٹنے پر قدم رکھ کر اونٹ پر سوار ہو جاتی تھیں[1]

خود حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اچھے اخلاق والا کوئی نہیں دیکھا۔ جب خیبر سے مجھے لے کر روانہ ہوئے تو اونٹنی پر مجھے نیند آجاتی تھی اور میرا سر کجاوہ میں لگنے لگتا تھا۔ آپؐ اپنے ہاتھ سے میرا سر تھامتے اور فرماتے کہ اے حُیی کی بیٹی دھیان سے سوار رہ[2]

مدینہ منوّرہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حارثہ بن النعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام کرادیا۔ مدینہ کی عورتوں میں ان کے حُسن کی

---

[1] بخاری شریف ۱۲ ۔ [2] مجمع ۔

شہرت ہوگئی تو دیکھنے آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بھی دیکھنے کو پہنچیں۔ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہو صفیہ کیسی ہے؟ بولیں ہاں میں یہودیہ کو دیکھ آئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایسا نہ کہو۔ وہ یہودیہ نہیں ہے۔ اسلام لاچکی ہے وہ بہترین مسلمان ہے[1]

سخاوت

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے کانوں کے زیور (بالیاں) وغیرہ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دوسری عورتوں کو دے دیئے۔ یہ زیور سونے کا تھا[2]

اخلاق وعادات

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بڑی عاقلہ فاضلہ اور بردبار تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک باندی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی جبکہ وہ خلیفہ تھے کہ صفیہ ہفتہ کے دن کو (یہودیوں کی طرح) دوسرے دنوں سے اچھا سمجھتی ہیں اور یہود کے ساتھ روپیہ پیسہ سے اچھا سلوک کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں آدمی بھیج کر دریافت کرایا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ ہفتہ کے دن والی بات تو غلط ہے، جب سے اللہ نے (مجھے مسلمان بنا کر) جمعہ کا دن عنایت فرمایا۔ میں نے ہفتہ کے دن کو محبوب نہیں سمجھا اور یہود کو روپیہ پیسہ اس لئے دیتی ہوں کہ ان سے میرا رشتہ داری کا تعلق ہے (گو وہ کافر ہیں مگر رشتہ دار ہیں اور اسلام میں کافر رشتہ دار کے ساتھ سلوک کرنا بھی باعث ثواب ہے۔ اس کے بعد اس باندی سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ تجھے چغلی کھانے پر کس نے آمادہ کیا اس نے جواب دیا کہ شیطان نے مجھے پھسلایا۔ فرمایا۔ جا تو آزاد ہے[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت تھی۔ جب بیماری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

---

[1] الاصابہ ۱۲۔ [2] ایضاً ۱۲۔ [3] الاصابہ ۱۲۔

ہوئی۔ اس بیماری میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے کہا یا نبی اللہ! خدا کی قسم میرا دل چاہتا ہے کہ جو تکلیف آپ کو ہے آپ کے بجائے مجھے ہو جاتی اس وقت وہاں دیگر اُمّہاتُ المومنین بیٹھی تھیں۔ انہوں نے اس بات کو مصنوعی بتانے کے لئے کنکھیوں سے ایک دوسری کی طرف اشارہ کیا (اور بعض نے زبان سے بھی ایسی بات کہہ دی جس سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بات کو بناوٹی ظاہر کیا) حضور اقدس کو بھی یہ محسوس ہو گیا اور آپ نے امّہات المومنین سے فرمایا کہ تم کلی کرو۔ دریافت کیا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ تم نے (اس کی غیبت کی) کنکھیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا اللہ کی قسم یہ اپنی بات میں سچی ہے۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی خوشنودی کا خیال فرماتے تھے۔ دیگر امہات المومنین جب ان کو کچھ کہہ سن کر ستاتی تھیں تو آپ ان کا پارٹ لیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو بولیں کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ عائشہؓ اور حفصہؓ مجھے بُرا کہتی ہیں اور یہ کہتی ہیں ہم صفیہ سے بہتر ہیں کیونکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ دار بھی ہیں اس وجہ سے کہ ہم قریش سے ہیں اور آپ بھی قریشی ہیں اور ہم آپ کی ازواج بھی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ان کو یہ جواب کیوں نہ دیا کہ میرے مورث اعلیٰ ہارون علیہ السلام اور چچا موسےٰ علیہ السلام اور شوہر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر تم مجھ سے نسب میں کیونکر بہتر ہو سکتی ہو۔[2]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں حضرت صفیہؓ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا دونوں تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو تکلیف ہو گئی۔ چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس سواری ان کی اپنی ضرورت سے زیادہ تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ صفیہ کے اونٹ

---

[1] الاصابہ ۱۲۔ [2] الاستیعاب ۱۲۔

کو تکلیف ہوگئی تم ان کو ایک سواری دے دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ کیا میں اس یہودیہ کو دوں گی؟ یہ جواب سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے اور دو تین ماہ حضرت زینبؓ کے پاس تشریف نہ لے گئے حتیٰ کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا اس سے نا امید ہوگئیں کہ آپؐ ان کے پاس تشریف لائیں گے لیکن جب جدائی کی سزا دے دی تو دو تین ماہ بعد تشریف لے گئے)۔[1]

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد پستہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ صفیہ کا قد چھوٹا بیان کرتے ہوئے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ صفیہ اتنی سی ہے۔ یہ سن کر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تُو نے ایسا کلمہ کہا کہ اگر سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی خراب کر ڈالے۔[2]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جس فتنہ میں شہید کئے گئے

اس فتنہ کے دوران جب کہ فسادیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسباب زندگی (غلہ و پانی) بند کر رکھے تھے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پاس سے کھانا پینا بھجوانے کا خاص اہتمام فرمایا۔ ایک مرتبہ اپنے غلام کنانہ کو ساتھ لے کر اور خچر پر سوار ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں اور ان کی مصیبت دور کرنے کی نیّت سے چلیں۔ راستہ میں اشتر نامی ایک شخص مل گیا (وہ غالباً حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دشمنوں میں سے تھا) اس نے خچر کو مارنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے غلام سے فرمایا مجھے واپس لے چل، ذلیل نہ ہونے دے۔ اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ذریعہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لئے کھانے پینے کا سامان بھیجتی رہیں۔[3]

---

[1] الاصابہ و بعضہ فی المشکوٰۃ ۱۲۔ [2] مشکوٰۃ شریف ۱۲۔ [3] الاصابہ ۱۲۔

زہد و عبادت البدایہ میں لکھا ہے وکانت من سیدات النساء عبادۃ وورعا وزھادۃ وبرا وصدقۃ (کہ وہ عبادت و زہد اور تقویٰ اور نیکی اور صدقہ کرنے میں عورتوں میں سرداری کا مقام رکھتی تھیں۔)

وفات حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ۵۰ھ میں بماہ رمضان المبارک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ امارت میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ۵۲ھ ہجری میں سفر آخرت کیا۔[1]

رضی اللہ عنہا وارضاھا

---

[1] الاصابہ، الاستیعاب، الاکمال اصاب المشکوٰۃ ۱۲

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے نکاح فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ان کا نام بھی بَرّہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر میمونہ رکھا۔ یہ حضرت ام الفضل ازوجہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ) کی بہن ہیں۔ والد کا نام حارث والدہ کا نام خولہ بنت عوف تھا۔ ان کا پہلا شوہر کون تھا؟ اس میں بہت اختلاف ہے۔ کسی نے ابو رہم بن عبدالعزی اور کسی نے سنجرہ بن ابی رہم اور کسی نے حویطب بن عبدالعزی اور کسی نے فسروۃ بن عبدالعزی بتایا ہے[1]

حرم نبوّت میں آنا

جب ان کا پہلا شوہر جہانِ فانی سے رخصت ہوا تو ان کے بہنوئی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا کہ آپ میمونہ سے نکاح فرمالیں۔ چنانچہ آپ نے منظور فرمایا اور نکاح فرمالیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا تھا۔ انہوں نے حضرت عباس کو اپنا وکیل بنا دیا اور عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا[2]

یہ نکاح ۷ھ میں بحالت مسافرت ہوا۔ جب کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا کے سفر میں تھے مکہ سے واپس ہوتے ہوئے مقام سرف آیا وہیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ملاقات فرمائی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے واقعاتِ زندگی میں یہ بات تعجب کے ساتھ ذکر کی جاتی ہے کہ مقام سرف میں جس جگہ ان کا خیمہ اس وقت لگا ہوا تھا جب کہ نکاح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] من الاصابہ ۱۲ [2] ایضاً ۱۲

سنے ان سے ملاقات فرمائی خاص اسی جگہ انہوں نے وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوئیں[1]

چونکہ یہ نکاح سفر میں ہوا تھا جو عمرۃ القضاء کے لئے کیا تھا اس لئے کتب حدیث میں اس نکاح کا ذکر دو طرح آتا ہے۔ یزید ابن الاصم کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جس وقت نکاح کیا اس وقت تک احرام نہیں باندھا تھا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپؐ نے بحالت احرام نکاح کیا۔ ان دونوں کی روایتوں کی وجہ سے اماموں میں اختلاف ہوگیا کہ حالتِ احرام میں نکاح درست ہے یا نہیں؟ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور بہت سے اکابر علماء فرماتے ہیں کہ حالت احرام میں نکاح درست اور جائز ہے اور حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی وغیرہما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک بحالتِ احرام نکاح درست نہیں ہے اس کی تفصیل اور دلیلیں حدیث کی شرحوں میں لکھی ہیں اور یہ اختلاف صرف نکاح میں ہے۔ نکاح کے بعد والی باتیں احرام میں کسی کے نزدیک بھی درست نہیں ہیں۔

حضرت شیخ محی السنۃ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت یزید بن الاصم اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی دونوں روایتوں کو اس طرح جوڑتے تھے کہ آپؐ نے نکاح اس وقت کر لیا جبکہ احرام نہیں باندھا تھا اور اس کی شہرت جب ہوئی جب کہ آپ احرام باندھ چکے تھے (اس وجہ سے راویوں میں اختلاف ہوگیا)۔

مصاحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا اور ۱۱ھ میں آپ نے دنیائے فانی کو چھوڑ کر ملأ اعلیٰ کا سفر فرمایا۔ اس حساب سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپؐ کی خدمت میں ۳ سال رہیں۔ آپؐ کی خدمت میں رہ کر دوسری بیویوں کی طرح دین کی معلومات حاصل کیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو ان کے بھانجے ہیں ان کے شاگردوں میں ہیں۔ ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ ابن عباس ماہواری کے دنوں میں اپنی بیوی سے بستر علیحدہ کر لیتے ہیں اور اتنا پرہیز

---

[1] الاصابہ ۱۲

کرتے ہیں کہ اس کے پاس لیٹتے تک نہیں ہیں، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی بھیجی اور فرمایا کہ ان سے جاکر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے تمہیں کیوں اعراض ہے آپؐ اس زمانہ میں بھی ہمارے بستروں پر لیٹتے تھے لے (ایام ماہواری میں میاں بیوی کا آپس میں ایک ساتھ لیٹنا بیٹھنا منع نہیں البتہ اس سے آگے نہ بڑھیں)۔

حضرت عائشہؓ کا تعریف کرنا حضرت عائشہ رضی اللہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی تعریف میں فرمایا اَمَااِنَّ ھَاكَانَتْ اَتْقٰنَالِلّٰہِ وَاَوْصَلَنَا لِلرَّحِمِ (خبردار وہ ہم میں سب سے زیادہ متقی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں) ؎

ایک واقعہ سفر حج میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ لوگوں کو نویں ذی الحجہ کے دن شک ہوا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ ہے یا نہیں؟ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیالہ دودھ آپ کی خدمت میں بھیج دیا جسے آپؐ نے پی لیا اور سب دیکھتے رہے اس ترکیب سے پتہ چلا لیا کہ آپؐ کا روزہ نہیں ہے بعض روایات میں ہے کہ دودھ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے بھیجا تھا ؎ (جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں) ممکن ہے کہ دونوں نے مشورہ کرکے بھیجا ہو لہٰذا راویوں نے علیحدہ علیحدہ دونوں نام ذکر کردیئے (نویں ذی الحجہ کو حاجی حضرات عرفات میں ہوتے ہیں دعا کی مشغولیت کی وجہ سے ان لوگوں کو اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے گو اس روزہ کا ثواب بہت زیادہ ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔

کثرتِ نماز حضرت یزید بن الاصمؒ بیان فرماتے تھے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہر وقت نماز پڑھتی تھیں یا گھر کا کام انجام دینے میں ان کا وقت گذرتا تھا۔ ان دونوں مشغلوں سے فرصت ملتی تو مسواک کرنے لگی تھیں۔

لے مسند امام احمد بن حنبلؒ۔ ؎ الاصابہ ۱۲ ۔ ؎ مسلم شریف ۱۲

وفات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ۵۱ھ میں وفات پائی ان کے سنہ وفات کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں (مگر) راجح ۵۱ھ ہی ہے۔ استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر میں بھی انہوں نے یزید بن الاصم اور عبید اللہ بن شداد کی معیت میں اتارا یہ تینوں ان کی بہنوں کے اولاد تھے رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔ ان کی وفات اور کفن ودفن مقام سرف میں ہوا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

مجمع الزوائد میں ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا مکہ میں مقیم تھیں۔ وہاں کچھ طبیعت بھاری ہوئی اور علالت محسوس ہوئی فرمایا مجھے مکہ سے لے چلو کیونکہ مجھے مکہ میں موت نہ آئے گی۔ مجھے اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ چنانچہ ان کو مقام سرف میں لایا گیا اور وہیں وفات پائی۔

کفنا کر اور نماز پڑھ کر جب قبر میں رکھنے کے لئے جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ (ان کا ادب کرو) جنازہ کو جھٹکا دے کر نہ اٹھاؤ اور ہلاتے جلاتے نہ لے چلو۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

آخری کلام

یہاں تک ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ بیویوں کے حالات لکھے ہیں نکاحوں کی ترتیب حضرت اقدس سیّدی، سندی و مرشدی مولانا محمد زکریا صاحب لازالت فیوضہ باقیۃ کی کتاب حکایاتِ صحابہ سے لی ہے اور حالات کتبِ حدیث و اسماء الرجال سے نقل کئے ہیں۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں قابلِ ذکر مدت تک رہیں (جن میں سب سے کم مدت حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی ہے) ان میں سب سے پہلا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور سب سے آخری نکاح حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ہوا البتہ ہماری ذکر کردہ نکاحوں کی ترتیب میں اختلاف ہے یعنی محدثین و مؤرخین نے اس ترتیب کے علاوہ دوسری ترتیب بھی بتائی ہے جس کی تفصیل البدایہ والنہایہ میں مذکور ہے۔ ان گیارہ بیویوں میں سے دو بیویوں (یعنی حضرت خدیجہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما) نے آپؐ کی موجودگی میں وفات پائی اور باقی بیویوں نے آپؐ کے بعد دارِ فانی کو چھوڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاءِ اعلیٰ کا سفر اختیار فرماتے وقت جن نو بیویوں کو چھوڑا تھا ان کے اسماءِ گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت عائشہؓ (۲) حضرت سودہؓ (۳) حضرت حفصہؓ (۴) حضرت ام سلمہؓ۔
(۵) حضرت زینبؓ (۶) حضرت جویریہؓ (۷) حضرت ام حبیبہؓ (۸) حضرت صفیہؓ۔
(۹) حضرت میمونہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ ان پاک بیویوں کے نام ان تین شعروں میں جمع کردیئے ہیں۔

توفی رسول اللہ عن تسع نسوۃ ... الیھن تعزی المکرمات وتنسب
فعائشۃ میمونۃ وصفیۃ ... وحفصۃ تتلوھن ھند و زینب
جویریۃ مع رملۃ ثم سودۃ ... ثلاث وست ذکرھن مھذب

یہ مسلّم حقائق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا نکاح حضرت خدیجہ

رضی اللہ عنہا سے کیا اور جب تک وہ زندہ رہیں کوئی نکاح آپ نے نہیں کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی بیوی سے آپ کی اولاد نہیں ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی بیوی کنواری آپ کے نکاح میں نہیں آئی اور آپ کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے وفات پائی اور امہات المؤمنین میں سب سے آخری وفات حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہوئی اور ان گیارہ بیویوں میں سب سے آخری نکاح حضرت میمونہؓ سے ہوا۔

یہ حالات جو ہم نے جمع کئے ہیں ان کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ حالات معلوم کرکے کتاب بند کرکے رکھ دیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کو پڑھ کر سبق لیں اور اپنی عورتوں کو سنائیں اور بچیوں کو تعلیم دیں اور زہد و عبادت، سخاوت، کثرت نماز، کثرت ذکر، دینی خدمت، تعلیم دین اور دین پر جمے رہنے میں اپنی عورتوں اور بچیوں کو امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی زندگی پر ڈھالنے کی کوشش کریں۔ جن گیارہ بیویوں کے حالات اس کتاب میں لکھے ہیں ان کے علاوہ مؤرخین اور اصحاب سیر نے دیگر بیویوں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے فرمانے کا ذکر کیا ہے لیکن وہ کچھ خاص قابل ذکر مدت تک آپ کی مصاحبت میں نہ رہیں لہٰذا گیارہ ہی بیویوں کے حالات جمع کرنے پر اکتفار کیا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَسَنَدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تعددِ ازواج کی حکمت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سراپا رحمت و برکت ہے، تبلیغ احکام اور تزکیہ نفوس اور ابلاغ قرآن آپ کا سب سے بڑا مقصد بعثت تھا، آپ نے اسلام کی تعلیمات کو قولاً و عملاً دنیا میں پھیلایا، یعنی آپ بتاتے بھی تھے اور کر کے بھی دکھاتے تھے۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہبری کی ضرورت نہ ہو، نماز باجماعت سے لے کر بیویوں کے تعلقات آل و اولاد کی پرورش اور پاخانہ پیشاب اور طہارت تک کے بارے میں آپ کی قولی اور فعلی ہدایات سے کتب حدیث بھرپور ہیں، اندرونِ خانہ کیا کیا کام کیا، بیویوں سے کیسے میل جول رکھا، اور گھر میں آکر مسائل پوچھنے والی خواتین کو کیا جواب دیا۔ اس طرح کے سینکڑوں مسائل ہیں جن سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ذریعہ ہی اُمت کو رہنمائی ملی ہے، تعلیم و تبلیغ کی دینی ضرورت کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کثرتِ ازدواج ایک ضروری امر تھا۔ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احکام و مسائل، اخلاق و آداب اور سیرتِ نبوی سے متعلق دو ہزار دو سو دس روایات مروی ہیں جو کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرویات کی تعداد تین سو اٹھتر تک پہنچی ہوئی ہے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین ص۹ ج ۱ میں لکھا ہے کہ اگر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ جمع کئے جائیں جو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دیئے ہیں تو ایک رسالہ مرتب ہو سکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا روایت و درایت اور فقہ و فتاویٰ میں جو مرتبہ ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ ان کے شاگردوں کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلسل اڑتالیس[۴۸] سال تک علمِ دین پھیلایا۔

بطورِ مثال دو مقدس بیویوں کا مجمل حال لکھ دیا ہے، دیگر ازواجِ مطہرات کی روایات بھی مجموعی حیثیت سے کافی تعداد میں موجود ہیں، ظاہر ہے کہ اس تعلیم و تبلیغ کا نفع صرف ازواجِ مطہراتؓ سے پہنچا۔

اسلام کے بلند مقاصد اور پورے عالم کی انفرادی و اجتماعی، خانگی اور ملکی اصلاحات کی فکر کو دنیا کے شہوت پرست انسان کیا جانیں، وہ تو سب کو اپنے اوپر قیاس کر سکتے ہیں، اسی کے نتیجے میں کئی صدی سے یورپ کے ملحدین اور مستشرقین نے اپنی ہٹ دھرمی سے فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج کو ایک خالص جنسی اور نفسانی خواہش کی پیداوار قرار دے رکھا ہے۔ اگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو ایک ہوشمند منصف مزاج کبھی بھی آپ کی کثرتِ ازدواج کو اس پر محمول نہیں کر سکتا۔

آپ کی معصوم زندگی قریشِ مکہ کے سامنے اس طرح گذری کہ سب سے پہلے پچیس[۲۵] سال کی عمر میں ایک سن رسیدہ صاحبِ اولاد بیوہ (جس کے دو شوہر فوت ہو چکے تھے) سے عقد کیا اور پچیس سال تک ان ہی کے ساتھ گذارہ کیا، وہ بھی اس طرح کہ مہینہ مہینہ گھر چھوڑ کر غارِ حراء میں مشغولِ عبادت رہتے تھے، اس کے بعد جو دوسرے نکاح ہوئے پچاس[۵۰] سالہ عمر شریف گذر جانے کے بعد ہوئے، یہ پچاس[۵۰] سالہ زندگی اور عنفوانِ شباب کا سارا وقت اہلِ مکہ کی نظروں کے سامنے تھا، کبھی کسی دشمن کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی چیز منسوب کرنے کا موقع نہیں ملا جو تقویٰ و طہارت کو مشکوک کر سکے۔ آپ کے دشمنوں نے آپ پر ساحر، شاعر، مجنون، کذاب، مفتری جیسے الزامات تراشنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، لیکن آپ کی معصوم زندگی پر کوئی ایسا حرف کہنے کی جرأت نہیں ہوئی جس کا تعلق جنسی اور نفسانی جذبات کی

بے راہ روی سے ہو۔

ان حالات میں یہ بات غور طلب نہیں ہے کہ چڑھتی جوانی سے لے کر پچاس سال کی عمر ہو جانے تک اس زہد و تقویٰ اور لذائذ دنیا سے یک سوئی میں گذارنے کے بعد وہ کیا داعیہ تھا جس نے آخر عمر میں آپ کو متعدد نکاحوں پر مجبور کیا، اگر دل میں ذرا سا بھی انصاف ہو تو ان متعدد نکاحوں کی وجہ اس کے سوا نہیں بتلائی جا سکتی جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

اور اس کثرتِ ازواج کی حقیقت بھی سن لیجئے کہ کس طرح وجود میں آئی۔

پچیس سال کی عمر سے لے کر پچاس سال کی عمر شریف ہونے تک تنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ رہیں ان کی وفات کے بعد حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح ہوا لیکن صغر سنی کی وجہ سے حضرت عائشہؓ اپنے والد کے گھر ہی رہیں، پھر چند سال کے بعد ۲ھ میں مدینہ منورہ میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی عمل میں آئی، اس وقت آپ کی عمر چوّن سال ہو چکی ہے، اور دو بیویاں اس عمر میں آکر جمع ہوئی ہیں یہاں سے تعدد ازواج کا معاملہ شروع ہوا۔ اس کے ایک سال بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، پھر کچھ ماہ بعد حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح ہوا، انہوں نے صرف اٹھارہ ماہ آپ کے نکاح میں رہ کر وفات پائی۔ ایک قول کے مطابق تین ماہ آپ کے نکاح میں زندہ رہیں، پھر ۴ھ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، پھر ۵ھ میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، اس وقت آپ کی عمر شریف اٹھاون سال ہو چکی تھی، اور اتنی بڑی عمر میں آکر چار بیویاں جمع ہوئیں۔ ان کے بعد ۶ھ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے، اور ۷ھ میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح ہوا۔

خلاصہ: یہ کہ چوّن برس کی عمر تک آپ نے صرف ایک بیوی کے ساتھ گذارہ کیا، یعنی پچیس سال حضرت خدیجہؓ کے ساتھ اور چار پانچ سال حضرت سودہؓ کے

ساتھ گذارے پھر اٹھاون سال کی عمر میں چار بیویاں جمع ہوئیں اور باقی ازواج مطہراتؓ دو تین سال کے اندر حرم نبوّت میں آئیں، اور سلمھ میں آپ نے وفات پائی۔

اور یہ بات خاص طور سے قابلِ ذکر ہے کہ ان سب بیویوں میں صرف ایک ہی عورت ایسی تھیں جن سے کنوارے پن میں نکاح ہوا، یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ان کے علاوہ باقی سب ازواج مطہراتؓ بیوہ تھیں، جن میں بعض کے دو شوہر پہلے گذر چکے تھے، اور یہ تعداد بھی آخر عمر میں آکر جمع ہوئی۔

حضرات صحابہ مرد اور عورت سب آپ پر جاں نثار تھے، اگر آپؐ چاہتے تو سب بیویاں کنواری جمع کر لیتے، بلکہ ایک ایک دو دو مہینہ کے بعد بدلنے کا بھی موقع تھا لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا۔

نیز یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے برحق نبی تھے، نبی صاحب ہوا و ہوس نہیں ہوتا، جو کچھ کرتا ہے اذنِ الٰہی سے کرتا ہے، نبی ماننے کے بعد سارا اعتراض ختم ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی شخص آپؐ کو نبی ہی نہ مانے اور یہ الزام لگائے کہ آپؐ نے محض شہوت نفسانی کے لئے کثرتِ ازواج کو جائز رکھا تھا تو اس شخص سے کہا جائے گا کہ اگر ایسا ہوتا تو آپؐ اپنے حق میں کثرتِ ازواج کے معاملہ میں اس پابندی کا اعلان کیوں فرماتے جس کا ذکر قرآن کریم کی آیت لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ میں موجود ہے، اپنے حق میں اس پابندی کا اعلان اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپؐ نے جو کچھ کیا اپنے رب کے اذن سے کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا کہ فلاں لڑکی بہت خوبصورت ہے آپ کے چچا حمزہ کی لڑکی ہے اس سے نکاح فرمالیں۔ آپؐ نے فرمایا حمزہؓ میرے رضاعی بھائی ہیں ان کی لڑکی سے میرا نکاح حلال نہیں۔ اسی طرح بعض ازواج نے اپنی بہن سے نکاح کرنے کی گذارش کی۔ آپؐ نے نامنظور فرمادی۔

ظاہر ہے کہ جس کو شہوت رانی سے مطلب ہو گا وہ قاعدہ و قانون اور حرام و حلال کی پرواہ نہیں کرتا خصوصاً جبکہ جو کچھ اس کی زبان سے نکل جاتا ہو اس کے معتقدین کے نزدیک وہی قانون بن جاتا ہو۔

تعدد ازواج کی وجہ سے تعلیمی اور تبلیغی فوائد جو امت کو حاصل ہوئے اور جو احکام امت تک پہنچے اس کی جزئیات اس قدر کثیر ہیں کہ ان کا احصار دشوار ہے، کتب احادیث اس پر شاہد ہیں، البتہ بعض دیگر فوائد کی طرف یہاں ہم اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے شوہر حضرت ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد آپؐ نے ان سے نکاح کر لیا تھا، وہ اپنے سابق شوہر کے بچوں کے ساتھ آپؐ کے گھر تشریف لائیں، ان کے بچوں کی آپؐ نے پرورش کی اور اپنے عمل سے بتا دیا کہ کس پیار و محبت سے سوتیلی اولاد کی پرورش کرنی چاہیئے۔ آپؐ کی بیویوں میں صرف یہی ایک بیوی ہیں جو بچوں کے ساتھ آئیں، اگر کوئی بھی بیوی اس طرح کی نہ ہوتی تو عملی طور پر سوتیلی اولاد کی پرورش کا خانہ خالی رہ جاتا اور اُمت کو اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہ ملتی، ان کے بیٹے حضرت عمر بن ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پاتا تھا، ایک بار آپؐ کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے پیالہ میں ہر جگہ ہاتھ ڈالتا تھا، آپؐ نے فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ وَکُلْ بِیَمِیْنِكَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْكَ، (اللہ کا نام لے کر کھا، داہنے ہاتھ سے کھا اور سامنے سے کھا) (بخاری و مسلم)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ایک جہاد میں قید ہو کر آئی تھیں، دوسرے قیدیوں کی طرح یہ بھی تقسیم میں آ گئیں، اور ثابت بن قیس یا ان کے چچازاد بھائی کے حصّہ میں ان کو لگا دیا گیا، لیکن انہوں نے اپنے آقا سے اس طرح معاملہ کر لیا کہ اتنا اتنا مال تم کو دے دوں گی مجھے آزاد کر دو، یہ معاملہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور مالی امداد چاہی، آپؐ نے فرمایا اس سے بہتر بات نہ بتا دوں؟ وہ یہ کہ میں تمہاری طرف سے مال ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں، انہوں نے بخوشی منظور کر لیا۔ تب آپؐ نے ان کی طرف سے مال ادا کر کے نکاح فرمالیا ان کی قوم کے سینکڑوں افراد حضرات صحابہؓ کی ملکیت میں آ چکے تھے کیونکہ وہ سب لوگ قیدی ہو کر آئے تھے۔ جب صحابہؓ کو پتہ چلا کہ جویریہؓ آپؐ کے نکاح میں آ گئی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے احترام کے پیشِ نظر سب نے اپنے اپنے غلام باندی آزاد کر دیئے، سبحان اللہ، حضرات صحابہ کرامؓ کے ادب کی کیا شان تھی۔ اس جذبہ کے پیشِ نظر کہ یہ لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والے ہو گئے ان کو غلام بنا کر کیسے رکھیں، سب کو آزاد کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کے متعلق فرماتی ہیں:-

لَقَدْ اُعْتِقَ بِتَزْوِيْجِهٖ اِيَّاهَا مِائَةُ اَهْلِ بَيْتٍ مِّنْ بَنِي الْمُصْطَلَقِ فَمَا اَعْلَمُ امْرَاَةً اَعْظَمَ بَرَكَةً عَلٰى قَوْمِهَا مِنْهَا۔	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جویریہؓ سے نکاح کر لینے سے بنو المصطلق کے ننّو گھرانے آزاد ہوئے۔ میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے بڑی برکت والی ثابت ہوئی ہو۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ ابتداءِ اسلام ہی میں مکہ میں اسلام قبول کیا تھا، اور پھر دونوں میاں بیوی، ہجرت کر کے قافلے کے دوسرے افراد کے ساتھ حبشہ چلے گئے وہاں ان کا شوہر نصرانی ہو گیا، اور چند دن کے بعد مر گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ حبشہ نجاشی کے واسطہ سے ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، جسے انہوں نے قبول کر لیا، اور وہیں حبشہ میں نجاشی ہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت ابوسفیان اس وقت اس گروہ کے سرخیل تھے جس نے اسلام دشمنی کو اپنا سب سے بڑا مقصد قرار دیا تھا، اور وہ مسلمانوں کو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے اور انہیں فنا کے گھاٹ اتار دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے جب ان کو اس نکاح کی اطلاع ہوئی تو بلا اختیار ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے:

هُوَ الْفَحْلُ لَا يُجْدَعُ اَنْفُهٗ۔	یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جوانمرد ہیں ان کی ناک نہیں کاٹی جا سکتی۔

مطلب یہ کہ وہ بلند ناک والے معزز ہیں ان کو ذلیل کرنا آسان نہیں، ادھر تو ہم

ان کو ذلیل کرنے کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں اور ادھر ہماری لڑکی ان کے نکاح میں چلی گئی۔

غرض اس نکاح سے کفر کے ایک قائد کے حوصلے پست ہو گئے اور اس نکاح کی وجہ سے جو سیاسی فائدہ اسلام اور مسلمانوں کو پہنچا اس کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اور یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ خدا کے مدبر اور حکیم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس فائدہ کو ضرور پیش نظر رکھا ہوگا۔

یہ چند باتیں لکھی گئی ہیں، ان کے علاوہ سیرت پر عبور رکھنے والے حضرات کو بہت کچھ حکمتیں آپ کے تعدّدِ ازواج میں مل سکتی ہیں، اس سلسلے میں سیّدی حکیم الامّت قدس سرہ کے رسالہ "کثرت الازواج لصاحب المعراج" کا دیکھنا بھی مفید ہوگا۔

یہ تفصیل ہم نے ملحدین و مستشرقین کے پھیلائے ہوئے پُر فریب جال کو کاٹنے کے لئے لکھی ہے، کیونکہ ان کے اس دامِ تزویر میں بہت سے ناواقف مسلمان بھی پھنس جاتے ہیں جو سیرت نبوی اور تاریخ اسلام سے بے خبر ہیں یا وہ اسلامیات کا علم مستشرقین ہی کی کتابوں سے حاصل کرتے ہیں۔

تفسیر معارف القرآن ص۲۸۸ سے تا ۲۹۲ ج ۲
از مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم

کتابت: محمد اشرف طور

مکتبہ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)